گیان پیٹھ انعام یافتہ کشمیری شاعر رحمٰن راہی کی منتخب نظمیں

انتخابِ کلامِ راہی

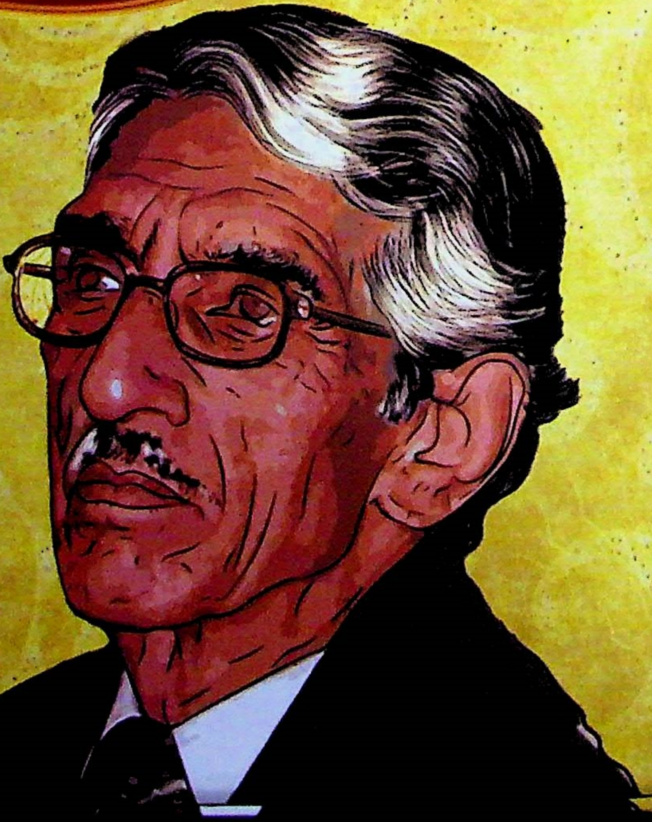

ترجمہ کار

ستیش ومل

ستیش وِمل ہندی، اُردو، کشمیری اور انگریزی زبانوں کے قلم کار ہیں، جو ایک ساتھ شاعری، فِکشن، تاریخ، ثقافتی تجزیات اور تراجم کے لئے جانے جاتے ہیں۔ انکی تخلیقات کے قومی اور بین الاقوامی زبانوں میں تراجم شایع ہو چکے ہیں۔ مُلکی سطح کے اعلیٰ اعزازات سے سرفراز ستیش وِمل پروفیسر راہیؔ کے بہت قریب رہے ہیں۔ اُن کا یہ ترجمہ راہیؔ کو عالم اُردو کے محبانِ شعروفن کے قریب لانے میں کافی مددگار ثابت ہوگا۔

کتاب محل پبلیشرز

سون خاب پڑتھ اتھس منز کتاب

Copyright © Kitab Mahal Publishers
Jacket Designed by: Creative Ideas Pvt. Ltd.

اِنتخابِ کلامِ راہی

گیان پیٹھ انعام یافتہ

پدم شری پروفیسر رحمٰن راہی کی منتخب نظموں کا اُردو ترجمہ

کتاب محل پبلیشرز

پبلیشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

انتخابِ کلامِ راہی

اس کتاب کے بارے میں:

پروفیسر رحمٰن راہؔی جدید کشمیری ادب کے درخشندہ ستارے ہیں۔ وہ ایک عہد ساز شاعر ہونے کے علاوہ ایک نقاد، ادبی مُبصر اور معلم کے طور پر بھی اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اُنہیں کشمیری زبان کے اولین گیان پیٹھ انعام یافتہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ راہؔی عوامی حلقوں میں بھی خاصے مقبول ہیں اور صاحبانِ سُخن کی مجلس میں مسندِ اعلیٰ پر براجمان ہیں۔ پدم شری رحمٰن راہؔی کی منتخب نظموں کا یہ گلدستہ اِس عہد ساز شاعر کے لئے ہمارا نذرانہ عقیدت ہے۔

ترجمہ کار کے بارے میں:

ستیش وِملؔ ہندی، اُردو، کشمیری اور انگریزی زبانوں کے قلم کار ہیں، جو ایک ساتھ شاعری، فِکشن، تاریخ، ثقافتی تجزیات اور تراجم کے لئے جانے جاتے ہیں۔ انکی تخلیقات کے قومی اور بین الاقوامی زبانوں میں تراجم شایع ہو چکے ہیں۔ مُلکی سطح کے اعلیٰ اعزازات سے سرفراز ستیش وِملؔ پروفیسر راہؔی کے بہت قریب رہے ہیں۔ اُن کا یہ ترجمہ راہؔی کو عالمِ اُردو کے محبانِ شعر و فن کے قریب لانے میں کافی مددگار ثابت ہوگا۔

انتخابِ کلامِ راہی

گیان پیٹھ انعام یافتہ

پدم شری پروفیسر رحمٰن راہی کی منتخب نظموں کا اُردو ترجمہ

اُردو ترجمہ

ستیش وِمل

کتاب محل پبلشرز

پبلیشرز انیڈ ڈسٹری بیوٹرز

© جملہ حقوق بحق ستیش وِمل محفوظ ہیں

ناشر : کتاب محل (رجسٹرڈ)
نام کتاب : اِنتخابِ کلامِ راہی (رحمٰن راہی کی کشمیری نظموں کا اُردو ترجمہ)
ترجمہ کار : ستیش وِمل
سنِ اشاعت : ۲۰۲۳عیسوی دوسری بار ۲۴۰۲
زیر اہتمام : شیخ بشیر احمد
کمپیوٹر کمپوزنگ : سید ضمیر اندرابی
سرورق : الیس طارق، اننت ناگ کشمیر
مطبع : ینگ پبلیشنگ ہاوس دہلی
آئی۔ایس۔بی۔این : 978-81-969955-0-8
ای میل : infokitabmahal@gmail.com
ویب سائٹ : www.kitabmahal.com

شیخ بشیر احمد اینڈ سنز تاجران کتب سرینگر کشمیر

Intikhab-e-Kalam-e-Rahi
Urdu Translation of selected Poems of
Jnanpith Awardee Padmashri Professor Rehman Rahi

"کتاب محل پبلشرز" کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نشانہ بنانا نہیں بلکہ اشاعتی دُنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے نظریات اور تحقیق سے متفق ہوں۔اللہ ربّ العزت کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد بندی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً غلطی رہ گئی ہو یا صفحات دُرست نہ ہوں تو براہِ کرم مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں دُرستگی کی جاسکے۔(ناشر)

مزید معلومات کے لئے ہمارے رجسٹرڈ آفس سے رابطہ قایم کریں

کتاب محل پبلیشرز، نزدیک جے اینڈ کے بینک، بٹہ شاہ محلہ لال بازار سرینگر کشمیر-190023

+ 91-194-2503395, + 91-7298807671, + 91-7889411551,+ 91-9419000117

kitabmahal | facebook.com/kitabmahal | /kitabmahal | kitabmahal

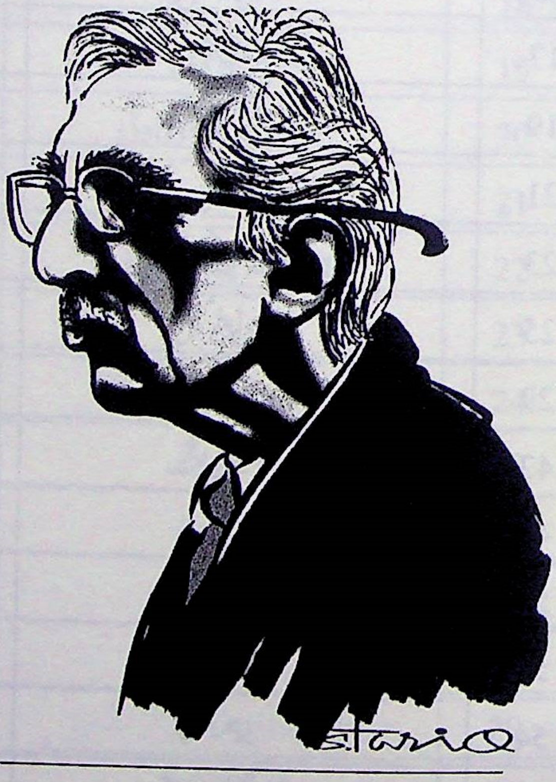

ترتیب

صفحہ نمبر	نظمیں	نمبر شمار
17	تین لڑکیاں	1
19	دو نظمیں	2
21	بِلا عنوان	3
23	میں کہاں ہوں	4
25	نجات	5
29	جیسے ایک نظم	6
42	شیر اور سمندر	7
46	بات میں بات	8
50	اُسی کمرے میں	9
52	ہوا	10
54	حمد	11
56	قعرِ دریا سلسبیل	12
62	بے صدا گونج	13
72	دُعا	14
75	وحشی بات	15

نمبر شمار	غزل	صفحہ نمبر
16	بارش	78
17	جُگالی	80
18	مظلوم مسخرہ	81
19	گُلِ فانوس	83
20	میری زباں نہ جلی ہوتی	85
21	تخلیق	90
22	کانٹے دار جھاڑی پر برف	95
23	میں حیران	97
24	میں پُکار اُٹھوں گا	100
25	آدھی بات	101
26	بدبین	105
27	ملاقات	108
28	لیلا	109
29	احساس	111
30	شاید کوؤں کا شور	114
31	تکمیل	117
32	اِلہام	119
33	آئینہ	121
34	سنہری جزیرہ	123

صفحہ نمبر	غزل	نمبر شمار
128	بیساکھ اور رفوگر	35
132	اقرار	36
137	ظلمات سے ملتا ہے پتہ	37

بنامِ راہیؔ

ہم جب بھی ملے
تحیّر کی چوکھٹ پہ مِلے
جُدا ہوئے
تو وہیں سے

آج بھی میں اُسی چوکھٹ پہ
تمہارے لئے گُنگنا رہا ہوں

ایک صدی کا شاعر: رحمٰن راہیؔ

رحمٰن راہیؔ کشمیری زبان کے ایک درخشاں عہد کا نام ہے۔ دہائیوں تک وہ کشمیر کے ادبی منظرنامے پر چھائے رہے۔ کشمیری زبان کو اپنی روح، اپنا شعور ماننے والے راہیؔ نے اپنے ادبی سفر کے دوران دو تین پیڑھیوں سے وابستہ ادیبوں اور ادب شناسوں کو متاثر کیا۔ 6 مئی 1925 عیسوی کو سرینگر میں جنمے راہیؔ نے ایک بھرپور زندگی گذارنے کے بعد 9 جنوری 2023 عیسوی کو ہم سے رخصتی لی۔ ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہو کر عبدالرحمان میر المعروف رحمٰن راہیؔ نے اسلامیہ ہائی سکول سرینگر اور اکبر اسلامیہ ہائی سکول جموں سے ابتدائی پڑھائی مکمل کی۔ پھر ایف اے سری پرتاب کالج سرینگر اور بی اے امر سنگھ کالج سرینگر سے پاس کیا۔ بعد اذاں راہیؔ صاحب نے فارسی اور انگریزی ادبیات میں پوسٹ گریجویشن کی۔ اُنھوں نے اُردو زبان میں آنرس کی ڈگری بھی حاصل کی۔ تین سال تک اخبار ''خدمت'' کے

سب ایڈیٹر رہے اور پھر ریاستی محکمۂ تعلیم میں فارسی زبان کے لیکچرر تعینات ہوئے۔ اسکے بعد کشمیر یونیورسٹی کے شعبہ فارسی میں بارہ سال تک بحثیت ریڈر پڑھاتے رہے۔ کشمیر یونیورسٹی میں شعبۂ کشمیری کے معرض وجود میں آنے کے بعد راہیؔ اِس شعبے کے اولین سربراہ بنے اور پھر 1985 عیسوی میں اِسی شعبہ سے بحثیت پروفیسر ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ وہ کشمیر یونیورسٹی کے پہلے پروفیسر ایمارٹس بنے۔

راہیؔ نے 1943 عیسوی میں اردو اور کشمیری میں لکھنا شروع کیا، لیکن دھیرے دھیرے وہ اپنی مادری زبان کی اور شدّت سے مائیل ہوتے رہے اور بعد ازاں انہوں نے کشمیری زبان کو ہی اپنے شعری اظہار کا وسیلہ بنایا اور اپنی تنقیدی صلاحیتوں کے لئے بھی استعمال کیا۔ کشمیری زبان میں صدیوں پر محیط ایک تابناک شعری روایت موجود ہے اور شاعر راہیؔ اُس روایت سے خود کو پیوست کرتے ہوئے ایک نیا اور منفرد شعری اظہار خلق کرنے میں شروع سے ہی کوشاں نظر آتے ہیں۔ اُنہوں نے موضوعی اور ہیّتی اعتبار سے شاعری کا ایک نیا استعارہ پیش کیا؛ انکی نئی نظم میں روایت کے انہار بھی نمایاں ہوئے اور ساتھ ہی نئی عالمی حِسیت کے نئے فلک بھی خلق کیے۔ راہیؔ کی نظموں میں تفکّرِ ذات وحیات کے پرتو صاف دیکھے جاسکتے ہیں۔ اُن کی نظم تہہ

داریوں سے مالا مال ہے۔ سپاٹ بیانی کے عادی قاری کے لئے راؔہی کا کینواس بہت بڑا ہے اور پیچیدہ اظہار کے سبھی فنی لوازِمات کو پورا کرتے ہوئے راؔہی اپنی شاعری کی ایک ایسی دنیا کے خالق ہو جاتے ہیں جس میں درد کی ایک ایسی بستی آباد ہے جو تمام دنیا کے اہلیانِ فن کے لئے ایک زیارت گاہ ہو جاتی ہے۔ راؔہی کا ماننا ہے زندگی اور ذات دونوں پیچیدگیوں سے بھرے ہیں، اس لئے اِن دونوں سے متعلق احساسات کی ترجمانی ابہام و تہہ داری سے مبرّا ہو ہی نہیں سکتی۔ ٹھیٹھ کشمیری ہونے کے باوجود اُنکی شاعری کا یہ ایک وصفِ حمیدہ مانا جاتا رہا ہے کہ وہ اپنی تخلیقات میں ایک آفاق سمیٹے ہوئے ہیں۔ رحمٰن راؔہی کی شاعری بلاشک زمانے کے ادبی رواجوں سے انحراف کی شاعری ہے۔ اُنکی شاعری کا بیشتر حصہ اُن کے اپنے ہی رواج کی تقلید ہے۔ وہ سیاہی میں روشنی تلاش کرنے اور طوفاں میں کشتی اُتارنے پر یقین کرتے ہیں۔ اُن کی شاعری اُن کے ادبی معرکوں کی گواہ ہے۔ جدیدیت، مابعد جدیدیت کے نعروں کے بیچ اپنا ادبی سنسار بسانے والے راؔہی کا ماننا ہے کہ جدیدیت تاریخیت کا ہی مسلسل عمل ہے، اس لئے اِسے الگ سے اہمیت دیکر کوئی سچا ادیب خود کو ہدفِ عتاب کیوں بنائے۔ راؔہی کا ماننا ہے کہ ہر دور کے معاملات، مسائیل یا خواب غیر شعوری طور پر ایک

فن کار کے وجود کا حصہ ہو جاتے ہیں اور جب وہ اپنے فن کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ اپنے زمانے کو اُسی طرح بیان کرتا ہے جس طرح وہ اُسے جی رہا ہوتا ہے۔

راہیؔ کے کُل آٹھ شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اسکے علاوہ اِنکی دس تنقیدی کتابیں بھی منظر عام پر آئی ہیں۔ اُنہوں نے کئی لغات اور کئی اہم کتابوں کی ادارت کا کام بھی سرانجام دیا ہے۔ راہیؔ ساری زندگی عالمی ادب کی منتخب تخلیقات کا کشمیری میں ترجمہ کرتے رہے اور ساتھ ہی انہوں نے کئی اہم جرائید اور رسائیل کی ادارت بھی کی۔

راہیؔ کو 1961 عیسوی میں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ سے نوزا گیا۔ اسکے علاوہ اُنہیں ساہتیہ اکیڈمی نے اپنی فیلوشپ سے بھی سرفراز کیا۔ راہیؔ کشمیری زبان کے پہلے ادیب ہیں جنہیں ''گیان پیٹھ'' اعزاز حاصل ہوا ہے۔ پروفیسر رحمٰن راہیؔ کو قومی سطح کے کبیر سمّان کے علاوہ امریکی کاٹھواری فاونڈیشن ایوارڈ، تیسرا عالمی ہندی سمّیلن ایوارڈ، پنجابی ساہیتہ سبھا ایوارڈ، قومی یگانگت کے نیشنل ایوارڈ، ریاست جموں وکشمیر کی سرکار کی طرف سے روب آف آنر بھی دیا گیا ہے۔ راہیؔ صاحب کو جموں کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز کی طرف سے کئی بار بہترین تخلیق کا ایوارڈ دیا گیا۔ مرکزی وزارتِ ترقی انسانی وسائیل کی

طرف سے اُنہیں ایمرٹس فیلوشپ دی گئی۔ اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی (اگنو) نے پرفیسر راؔہی کو اعزازی ڈاکٹریٹ آف لیٹرس عطا کی۔ وفاقی سرکار نے اُنہیں اُنکی ادبی خدمات کے لئے پدم شری کے اعزاز سے سرفراز کیا۔ راؔہی صاحب کو قومی اور مقامی سطح پر اور درجنوں دوسرے اہم اعزازات اور خلعتوں سے نوازا جاچکا ہے۔

رحمٰن راؔہی پر کئی اہم جرائید نے خصوصی شمارے ترتیب دیئے۔ قومی سطح کے کئی جرائید نے گوشے شائع کئے۔ اُنکے کئی درجن انٹرویوز چھپے اور اُن پر کئی فلمیں بھی بنیں۔ راؔہی کی کچھ تخلیقات کا کئی زبانوں میں ترجمہ بھی ہوا۔ لیکن راؔہی پر بہت کام ہونا ابھی باقی ہے۔

یہ ترجمہ میں نے اُنکے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کیا ہے۔ دَس پندرہ نظموں کے تراجم انہوں نے سُنے بھی۔ مجھے یقین ہے کہ جب یہ ترجمہ چھپ کر آئے گا، اُنکی روح کو سکون ملے گا۔ اردو حلقۂ ادب کو راؔہی کی نظموں کا یہ گلدستہ پیش کرتے ہوئے مجھے بے حد خوشی ہورہی ہے۔ اُمید ہے کہ میری یہ کوشش قبول ہوگی۔

ستیش وِملؔ

سری نگر

satishvimal@gmail.com

تین لڑکیاں

تینوں اِسی راستے پر ملیں مجھے

پہلی--

کیچڑ میں سُنہری مچھلی

سراپا چربی کے دیئے کی لو

رگ رگ: اندھیرے کوچوں کی گرم سانسیں

نظر نظر: ہانپتی شیرنی

نبض نبض: نرگسی پیالوں میں کبوتر کا خون

دوسری--

درگاہ کی اگربتی

سراپا امرِت کی رطوبت

رگ رگ: اذانِ سحر

نظر نظر: ہر راہ بارش کے پانی میں ڈوبی

نبض نبض: سفید تتلی اُڑے سرِ کوہ تلک

تیسری بھی اِسی راستے پر

ایک اور کھڑی دِکھی

سراپا گلی سوکھی

رَگ رَگ: سوختہ

نظر نظر: منہہ بند کوچے میں جھری ہوئی

نبض نبض: کمالِ حسن بے صورت، اِیستادہ

کچھ ایسا ہو، مجھ کو پہچانا

رسوا کیا

منا لِیا

اور چھوڑ دیا

(تڑے کورِ)

دو نظمیں

ایک

پورے جنگل کو آگ نے جلا کر خاک کر دیا
بھیڑوں کی چربی جلی، چراگاہ راکھ ہوئی
جاہل گڈریے کی نہ سانس رُکتی ہے
نہ اُس نے اپنے ناخن کُترے

دو

دنیا: توپ کے دہانے پر رکھا گیا کبوتر کا انڈا
ہاں لیکن کشمیر کے شاعر موسیقار گا رہے ہیں

"وطن ہمارا سب سے پیارا"

آدم گردشِ وقت میں، گردشِ دنداں میں پھنسا
ہاں، اگر آپکی فرمائش ہے
تو میں بھی منالوں گا خود کو
باغِ نشاط کے گُلِ نازُک لیے آجاؤں گا نازاں

(زِ نظمہ)

بلا عنوان

اُسی کمرے میں
جہاں مجھے اتنے دِن ہو گئے
در بستر ٹھنڈ جھیلتے ہوئے
دیکھی میں نے دِن ڈھلتے وقت
چُپ چاپ
ننھی منی سورج کی ایک کرن
دروازے کی اوٹ میں
سیمنٹی فرش پر

کٹے پھٹے جوتے کے پھُسپھسے پھندے

روشن کرتے ہوئے

سینڈلی کانٹوں کی گرد میں اٹے ڈھانچے

جگ مگ جگ مگ کراتے ہوئے

(بلاعنوان)

میں کہاں ہوں

دور ایک پرائے شہر میں
مہینے کا سارا خرچہ ختم کر کے
منی آرڈر کا انتظار کرتی اپنی بیٹی

ہاسٹل کے نیم پکے چاول اور دال پانی پر
گزارا کرنے کو مجبور

دور تنہائی میں ملفوف بِنا برقی سہولیت والی

دیہی بستی میں

باپ سا برادر

اپنی آرتھائٹس کا مرض جھیلتی بیوی کے لئے

اور اپنے لئے کھانا بناتا رسوئی میں

اندر کمرے میں اپنی شریکِ حیات

خشک کھانسی سے ہانپ رہی

میں اس شامِ زمستاں میں

سرکاری مکان کے برآمدے میں

تمباکو کے دھوئیں کا کڑواپن پچار رہا

(بہٖ کیتہٖ چھُس؟)

نجات

با گنبد ایک غلام گردش
جسمیں
جمتے سائے اور گلتے کوہستان
سمندر کو صحرا کی ایک لے میں باندھ
خموشی کی راتیں
چنار کی شاخوں پر بے قرار سوچوں کا دھماکہ 'پھٹاک'

با گنبد ایک غلام گردش
قدم: جلتی بجھتی چراغوں کی لو

نظر: لَو لپٹوں میں تتلیوں کا رقص

گُماں گھِرایا

تو کالے پتّھر میں تراشی گئی شہد کی مکھی

شیشے سے خود کو پٹک رہی ہے

بے نیاز فوج سرحد چھوڑ لوٹ آئی

پیڑ پودے رو پڑے، لیکن چہار سُو

مجھ میں گنبد نکل آئے

اور بھنور رقصاں ہوئے

غلام گردش: چڑھتی اُترتی سانس

نہ کسی رنگ محل کے دریچے سے پنجرہ اٹھا

نہ کسی درِ عشق کی سانکل بجی

نہ باہر کوئی صدا ترنگ اٹھتی ہوئی

نہ اندر ماخذ کوئی زیرِ پا

سیاہ در سیاہ گھوم رہا ہے چرخا

سحر و دو پہر، سہ پہر و شب

پا در پا، کڑی میں کڑی پیوست

غلام گردِش: سیاہ سیاہ سے ہوا ملاقی

چھنن چھنا چھن، چھنن چھنا چھن

نہ 'واکھ'* کا کوئی معنی، نہ 'وژُن'* کا کوئی مطلب

چھنن چھنا چھن، چھنن چھنا چھن

زیرِ پا زمین دھنس گئی

اور نمودار ہوئی سُرنگ

وجودِ من! تُم نے عدم کو پالیا...... مبارک ہو!

---

* واکھ: سنسکرت شعری روایت سے ماخوذ کشمیری شعری صنف جسے لل دید نے استعمال کیا۔

* وژُن: سنسکرت کی صنفِ شعر وچن، جسے کشمیری صوفی شاعروں نے کثرت سے استعمال کیا۔

وہ نیم زِنح رقّاص

کیسے، کسی کان میں خفتہ پڑا، یہ دِلاویز جوہر بن پاتا؟

وہ قیدی کیسے چھوٹتا؟

اگر نہیں ہوتی

زیرِ پا اُسکے یہ پُر خطر کھائی!

(نجاتھ)

جیسے ایک نظم

ہیولیٰ برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقان کا'

......غالبؔ

لِکھا ہے:

یہاں ایک الگ ہی دنیا کا احساس ہوتا ہے

نہ وہ فصیلِ کوہ، نہ ہانپتے ہوئے پہاڑی دریا؛

ہر سُو ریت

ہر دِن دھوپ

گُندمی رنگت والے قد آور لوگ،

سفید لمبے چوغے، شرعی شلوار جیسا پہناوا

عربی بولتے؛

بس کا انتظار کرتے جو من میں آئے تو

سڑک کنارے بچھا دیں چادر

اور ہو جائیں باتوں میں مست

سڑکیں تراشی ہوئیں، سجی سنوریں

گھر بھی عالی شان،

ہوا تیز چلتی ہے تو کچرے میں پڑے گندے لفافے

ہر دِن سرِ شام آسمان میں

کوؤں کی طرح اِدھر اُدھر اُڑتے پھرتے

چیزیں بڑی مشکل سے ملتی ہیں،

ہاں، لیکن بنا ملاوٹ--

تیل زیتون کا، ڈریسڈ چکن کھال کے ساتھ،

دودھ سچ مُچ دودھ

اور پنیر

ورق ورق کچا کھانے لایق

ہم دونوں بالکل صحیح سلامت ہیں

دونوں کی اپنی اپنی ڈیوٹی

اسپتال ہمارا قابلِ دید

میرے کارڈیالوجی وارڈ میں

قسم قسم کے پیشنٹ --

کاروں کو کچھ جہاز کی طرح اُڑاتے

اور کچھ خرسوار؛

آپکی بہو یہاں بھی کتابوں میں اُلجھی ہوئی ہے

اُسکی لائبریری جیسے آسمان چھولے گی،

کہتی ہیں:

جدید انگریزی، اطالی، فرانسیسی ادب پر

یہ کتابوں کے ڈھیر......کاش ابّا جی یہاں ہوتے!

ہم ہر دِن صبح سیر کو جاتے، شام کو ویڈیو؛

ہمسائے ہیں مشرق مغرب سبھی اطراف سے آئے ہوئے

وہ ہمارے مہمان، ہم اُنکے!

پتہ ہی نہیں چلتا دِن کا؛

ہم بالکل اچھے ہیں، خیریت سے

پرسوں ہی بینک اکاونٹ بھی کھولا

آپ کبھی پریشان نہ ہونا

میں آپ کے سہارے کی لاٹھی ہوں؛

ہمیں بس آپکی دعائے خیر ملتی رہے

دستی خط

بمبئی سے پوسٹ ہوا ہے--

سُنتی ہو......مبارک ہو تُم کو

لکھا ہے:

طالی کا بیٹا ہوا ہے

آج آٹھواں دِن ہے

(مانو کہ چودھواں پندرہواں دِن)،

نرسنگ ہوم میں صرف دورات ٹھہرائی گئیں

یہاں اگر لمحہ بھر کے لئے بھی چلی جائے بجلی

شش جہات میں سب کچھ جل بُجھ جائے گا؛

(سنو، تم بے قرار کیوں ہو؟

زبان کے نیچے وہ چھوٹی سی گولی رکھا کرو)؛

ہم آج کل سب کچھ بھُلا بیٹھے ہیں--

صبح کی سیر، شام کی ویڈیو؛

(ہمسایوں کو کل ہی دعوت پہ بُلانا پڑا ہے)

کہتا ہے:
بینک پر جانا
اور تیسری قسط نکال لانا
کِسی صورت پریشاں نہیں ہونا
لِکھا ہے:
مفصل خط جلد ملے گا
ایک ماہ کے بچّے کی فوٹو دیکھ لینا
اَمی ہی بتائیں گی کہ صورت کِس سے مِلتی ہے
آپ صرف دو چار نام بھیج دینا
آج کل کے جیسے، پلیز!
ویسے وہ بڑا کیوٹ ہے
(چُلبلا اور چالاک)
جیسے ابھی بول اٹھے گا
ہاں مگر ہنستے ہوئے آنکھوں میں آنسو سے بھر آتے ہیں،

نہ جانے کیوں؟
(کہاں کھو گئی تُم؟
چھوڑو، آج رہنے دو چولہے کی لِپائی)

ٹیلی فون کیا تھا۔۔
مجھ سے بات کر لیتا
تُم ماں ہو اُسکی، تمہاری آواز سُننی تھی اُسے
بہن سے خیر خبر پوچھ لیتا؛
سمندر پار لیبیا
پہاڑوں سے گھرا کشمیر
کیا پتہ اب نمبر لگے گا کہ نہیں؟
تب بیٹی دفتر گئی تھی
تمہیں رشتہ داروں کے یہاں تحفے دینے کی مجبوری،

میں ایک ادبی محفل میں نازک دھاگے پرو رہا تھا--

''کشمیری شعر اور اظہارِ عشق''؛

کسائیوں کا نوکر ملا:

حضرت میں دوڑتا دوڑتا آیا تھا،

دروازے پر تالا پڑا تھا

اور آنگن کے اندر سے کُتے کے بھونکنے کی ڈراونی سی آواز آرہی تھی

عید کارڑ دیکھ؛

یہ رہے فوٹو--

آپکی بہو کار چلا رہی ہے،

یہ ہے آپ کا چھوٹو...... مطلب ڈاکٹر صاحب،

شاید اپنے بیٹے جان کو باغ میں دوڑا رہا ہے،

(فوٹو ذرا بڑا اور تھوڑا اور صاف ہوتا)؛

(عینک بدل دینی چاہیے،
بڑے اسپتال میں ملے گا ہی کوئی نہ کوئی
بیٹے کا جانکار)

لِکھا ہے:
بینک کا ایک ڈریفٹ کہتے ہیں مِس پلیس ہو گیا تھا
قسط جلدی ہی پہنچ جائے گی؛

یہاں بازار بے حد مہنگا ہو رہا ہے
مگر چیزیں ملتی ہیں دھکم پیل کے بغیر--
کورین ریڈی میڈ، فرنچ پرفیومز
جاپانی، ہر کوئی چیز؛
(سنو ذرا وہ انہیلر پکڑا دو)

کہتا ہے:

کچھ دِن پہلے نیویارک گیا تھا
(امریکہ گیا تھا بیٹا)،
کر رہا ہوں جدوجہد
واپس لوٹ کر اُسی کیچڑ خانے میں تو نہیں رہینگے نا،

اور لِکھا ہے:
(تمہیں نیند آ گئی کیا؟
میری چِٹھی بھی مل گئی ہے اُسے)

لِکھا ہے:
ہم تو صبح شام آپ ہی کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں،
آپ بے فکر رہنا
ہم تو آپ کے لئے ہی یہاں آئے ہیں
(اوہ ہو...... پھر برف باری شروع ہو گئی)

(سنو...... وہ رشتے طے کرنے والا آیا تو نہیں تھا؟)

٭

تار آیا ہے:

ہم نے پھر دو سال کا کنٹریکٹ کر لیا ہے

(اِس کانگڑی میں تو آج آگ ہی نہیں ہے)

(میری والی بھی بُجھ سی گئی ہے)؛

لِکھا ہے:

ایک اچھا سا گروپ فوٹو...... گلر؛

آپ کوئی غم نہ کریں

(اے خدایا سہل،

تیلِ خاکی راشن گھاٹ پر اب آ گیا ہوگا!)

خواب میں دیکھا--

ریگستان کے بیچوں بیچ شُترمرغ دوڑتا ہُوا

آنکھوں میں مدھم ہوتی سمندری کراہ

بالوں میں ہَوا نِڈھال

ملبوسات دھوپ میں اپنے دھاگے سیاہ کرا کے لوٹے

دروازہ اچانک تکلے سے باہر نکل آیا

استقبال کے لئے نکل آئے کُتّے کا ٹرک کے نیچے کچومر نکل گیا

عربی بول رہا تھا کہ کشمیری

کچھ ڈھونڈ سا رہا تھا

سبھی نے اُس سے کہا

شام تک ضرور آئیں گے

جوتوں کے تسمے دانتوں سے کاٹ لئے

اور جوتے کو برآمدے سے دور پھینک دیا

ایک جوتے کے تلوے سے چپکی ہوئی تھیں
سنہری سی کرنیں ...... میلی کچیلی
میں نے ہانپتے ہانپتے ہی اُسے بار بار پُکارا تھا

وہ گھاس سے گھِرے باغ کے بیچوں بیچ
ننگے پیر کھڑا تھا
کالا پیراہن سا پہنے
اونٹ سا کھڑا
مکان کی چھت کے جھروکے سے نکلا
شش و پنج میں پڑا ابرف کا گالہ دیکھ رہا
ہائے افسوس!

(زنتۂ اکھ نظم)

شیر اور سمندر

دودھ چولہے پر
آگ تیز ہوتی جاتی
یا تو چور کو پھانسی پر لٹکائیں گے
یا وہ بچ نکلے گا
وقت یہ بے موسم، کہاں جاؤ گے؟
یہیں بیٹھ جاؤ
میرے نزدیک

نیم شب جب کھڑکی بند تھی
دروازے بھی بند
کالے کووں
کوہساروں کے اوپر بھری اُڑان

بہت لمبی سڑک
قدموں کے نشانوں سے پھوٹتا زہر--
ہماری بھی ماں
ہمارے بھی والد
تم نے بھی پتّوں میں سے لَو دیکھی
مجھے بھی اُس نقشِ پا نے ڈھسا
قافلہ نکلا، دوڑا-- گہرا، غُبار
کبھی کبھی میرے گھوڑے کی ٹاپوں میں کوندی بجلی
کبھی کبھی تیری اونٹنی نے

میرے کھجور کے تنوں کو چھیلا
وقت یہ بے موسم، کہاں جاؤ گے
شیر کی یال اُڑ رہی ہے
سمندر شب دہاڑ رہا ہے
ابھی یہیں بیٹھ جاؤ
میرے نزدیک

یہیں چلائیں کیا؟ کٹھ پھوڑوے کو ڈھونڈ نکالیں
سر پر نہیں ٹِکتا ہے دوپٹہ
ٹِکائے رکھ
آنسوؤں کی بوندوں سے کِھلتی ہے ہنسی
کِھلائے جا
حبشی طائیر سرِ گُلِ خردل کے بدلے
برف سے لطف اندوز ہو رہے ہیں

ایک......ایک......ایک
یہیں قیام کرو
میرے نزدیک!
دودھ چولہے پر
آگ تیز ہوتی جاتی

(سہہ تۂ سوُ دُر)

بات میں بات

فضا

اندھیرے کنویں میں خامشی اوڑھے ایک سنگِ سفید

ہوا

کھمبے پر ریشمی رسّی کی اُلجھی گانٹھ

کریوا

زبانِ خار نیلی پڑی

صدا

گھوڑی سے آتی شیرنی کو بُو

ہَوس

سانپ سیب کی سُرخی چاٹ رہا

قدم

دُھنکی تلے کی روئی کا ذرّہ کھولتے آسمانی جہات

سوال

خون کا اُبال کیسے سُلگائے گُلاب؟

جواب

قدر تعویز کی، چمکے الماس کی دھار

اَزل

کانٹوں بھری شاخ پر کھِلی دھاگے کی گُتھّی

ابد

موت، وجد، دِلکش دِل آویز رقص

یہ لمحہ ہے کہ ہوا کی لچک دریچے میں

یہ لمحہ ہے کہ فولاد کو کاٹ کر گذرے گی پتّی پھول کی

بھر آئی زمین سے پھوٹ پڑا ایک تاروں بھرا آکاش

ہر راستہ چیخا چلایا،

''ت۔نَ۔نا۔یا۔ہُو......ت۔نَ۔نا۔یا۔ہُو''

ہاتھی کی چھلک آئیں آنکھیں، انگوری بیل رَس سے ہوئی تر

کُتّے بھونکے

چبھا ڈالے چکوروں نے پتّھر کے ٹکڑے

'اُس پر جوش ندی میں ہانپتا ہوا چراغ'

پانچوں بحور کی لہریں ہوئیں یاقوت

کھینچنے سے بید کا پنجرہ ٹوٹ گیا

اکھڑ دُدھیلی ہنسنی نیلے آسمان میں اپنی اُڑان پر اِتراتی

نجات کی گھڑی

شب کی دھار

آج کی ہنسی، ابرُو کا پسینہ

کل کے چشمے کے پاس کا ٹھنڈا سایہ
شیر کی گرج، سمندر کا کنارے کاٹ لینا
شبنم کا ہانپنا
سب ملا کر
پتّھر سے نکال لیتے ہیرا

(کتھِ منز کتھ)

اُسی کمرے میں

اُسی کمرے میں
جہاں مجھے اتنے دِن ہو گئے تھے
بستر میں ٹھنڈ جھیلتے
دیکھی میں نے دِن ڈھلتے وقت
چپ چاپ
سورج کی ایک کرن
دروازے کی اوٹ میں

سیمینٹی فرش پر
کٹے پھٹے جوتے کے پھُسپھُسے پھندے
روشن کرتے ہوئے
سینڈلی کانٹوں کی گرد میں اٹے ڈھانچے
جگمگ جگمگ کرتے
(اُتّھی گُٹھِس منز)

ھوا

وہ ساری جنگیں نیم زبح حالت میں چھوڑ کر
ہر سرحد پر کٹا پھٹا سَر
سِرہانے اپنے سمیٹا اور مُشاہدہ کیا:
اطراف اپنے دھول سے اٹے کندھے جھاڑ رہے
گھڑی کی ٹِک ٹِک
گھڑی کے قلب کی گہرائیوں کی تہہ تک اُتری

پاتال کا سانپ عرش کو چاٹ رہا
بوڑھے کُتے کی آنکھ میں کِھلا معصوم نرِگس ؛

جو سنگ سرہانے تھا میرے، وہ جھاگ میں نہایا
جھاگ ایک چکر میں گھوما

اور میں بھنور میں رقصاں ہُوا
اِسی رقص میں تہہ کی کھوج میں اُترا
اُترتے اُترتے پھِر اُسی بھیڑ تک آ پہنچا
جہاں آوازوں کی لاشوں کے بُت
سائیوں کے ملبے تلے غائب ہو جاتے؛

نہ کوئی طائیرِ زیتون ہی ہے
نہ کمر میں چمک رہی کوئی شمشیر ہی
یہاں کِسے پُکاروں؟
یا طیش؟
میرا بھی نام سکندر، میں بھی دارا
یا بِن چہرے کی خُفتہ ہَوا

(ہوا)

حمد

آنکھیں جب کھولیں
آس پاس دیکھا
بھبک رہا تھا لامحدود صحرا
ہزاروں نہیں لاکھوں برسوں سے
بے منزل، لاتعلق، دھدھکتی آندھی میں
سمیٹ رہا اپنی پریشانی
گرگٹ کو اپنے ہونے کی آزمائش سے گذرنا پڑا بہرصورت
زبان پر بھی اُبھر آیا کانٹا

شِکم کے سائے سے بھی لَو جنمی

''کاش کہ دھند ہی پردہ کرتی

کاش کہ شبنم کی بوند ہی روشن ہوتی

کاش کہ کوئی رِکرم ہی لیتا کروٹ!''

گرگٹ کو اپنے ہونے کی آزمایش سے گذرنا پڑا

اپنے آس پاس کو آنکھوں میں سمیٹ کر

اپنے ہی رُخسار کے پسینے کی قیمت جان کر

زبان کا تشنہ خار تر کر کے

اپنی ہی داڑھوں سے اپنی کینچُل اُتار کر

خوراک بنائی--

حمد کہ اِس نابود میں بھی ہے بود کا قیام؛

کوئی محروم نہیں رہتا!

(حمد)

قعرِ دریا سلسبیل

قعرِ دریا سلسبیل و روئ دریا آتش است

(غالبؔ)

یہ آگ بھڑکتی رہے، تشنگی بڑھتی رہے
گُلاب تیری سانسیں، شراب ہیں آنکھیں

تخمینہ لگا پائے ہو کیا اُس کریوے پر
میں نے ازل سے ابد تک کتنی ریت اُنگلیوں سے کھنگالی
میری بیکل نظروں نے دیا وہ سیاہ پیغام:
بہت بے اعتبار ہے یہ ابد کا ساگر!

مجھے بھی اِسی طرح انجانے میں چھلا گیا
کھیل کھیل میں سیاہ غبار نے مجھے گھیر لیا
پتا نہ تھا کہ گلے لگا کر
بُلبُل ہی ہُد ہُد بن کر کُریدڈالے گی مجھ کو

خوشحال ہرن ایک گھنے جنگل میں
دھوپ میں پھُدکتا اور سایوں سے کھیلتا
نظر نے اُسکو چھلا کہ چشمے کے پانی نے پوچھا:
کون ہے تو اور حیراں نظروں سے کیا دیکھ رہا ہے؟

پہیلی مزاج دِل نے سوالوں کی نوکیں دِکھلائیں
(چہرہ مُرجھایا ہُوا، جوابوں کی آنکھیں خالی)
یہ بہار بیلا کس کی دعوت پر ہے آئی؟
کہو کہ آفتاب و ماہتاب کا رشتہ کیا؟

بھو کے کیڑے کو گُلابی کوٹھری کِس نے عطا کی
کہاں گیا تھا اِک لمحے میں شاہِ سکندر؟

پُرجوش سمندر اور ایک کشتی آوارہ
انجان مانجھی کی سوچوں پر دُھند
لہر جو اُٹھی وہ منہہ کھولے
بنا جو بُلبلا، بنتے ہی پھوٹا

ضِدی بچّے کا مٹّی کا کھلونا ٹوٹ گیا
درودیوار نے ٹھہا کے لگائے
گردن میں پھانس لگی، آنکھیں پھوٹ آئیں
پھر نہ ماں ہی ملی اور نہ باپ کو ہی دیکھا

اِدھر نا امیدی، ایک جاڑا اور ویرانی سی چھائی

نہ کوئی موذّن رات کو روشن کرتا
نہ کوئی دیوتا کسی مورتی میں بس جاتا
دعا نہ دِل میں، نہ آنکھ میں اب کوئی توقع

جنگلی ہرن کریوے پر کچھ کھوجتا سا
نہ دھوپ میں کوئی گرمی، نہ سائے میں کوئی ٹھنڈک
نہ اُگا کوئی گھاس کا تنکا، نہ کوئی بڑا کانٹا
معلک ہے چہار سُو اب دھول تِشنہ

اسی اندھیرے میں تم نے پھر سے جنم لیا
قلب کی وسعت تمہاری دیکھی تو جان پایا
تم نے جیسے وہی سیب شاخ سے اُتارا
میں نے جیسے وہی خدائی نذر کی

نہ تھا یہ طوفان نوحؑ کا سا
کہ ہم کشتی میں پار جاتے
پُلِ صراط جیسے پار کرنا پڑا، اکیلے
نہ تیرے دِل میں کوئی کدورت
نہ میرے حصّے کوئی شکایت

کھیل کھیل میں یہ ہم آج کہاں پہنچ گئے
دِل میں میرے جنم لے رہی ہے یہ بہار کی چہچہاہٹ
وہ باغِ جنت بے داغ فرشتوں کو ہی مبارک
میرے لئے تیری سیب جیسی سُرخ رنگت کافی

اب کوئی رُکاوٹ نہیں، اب تو دیکھ بے خوف ہو کر
ازل مہرباں ہوا ہے مجھ پر، ابد ہے تابع تمہارے دیکھو
قریب تھوڑا سا اور ہو لے کہ سینہ سینے کا راز داں ہو

کہ عشق کا دم، دلسوز خدائی؛

یہ آگ بڑھکے کہ پیاس پھیلے

گلاب سانسیں ہیں یہ تمہاری

شراب ہیں یہ تمہاری آنکھیں

(قعرِ دریا سلسبیل)

بے آواز صدا

اے ہوا! سنبھل کہ تیری سانس اُلجھ نہ جائے
سمندر اُبھال پر ہے اور سیخ پا گھوڑا

کلیوں کا گیت گاتی بُلبلیں غم کے غبار میں گھِر گئیں
خطۂ دیودار میں لہو کی جھیلیں بوئیں گئیں
تاروں کی منڈلیاں دلدل میں پھنس گئیں
صنوبر آنسوؤں میں بہہ گئے
ہے للّی* باغیچے کے در پہ قدم رکھتے ہی زہر کھائے گی
شِو اور شکتی سب نِکل بھاگے، اب یہ کشپ مر* بس نام کا

للّی: لل دید یا للیشوری...... چودھوی صدی کی کشمیر کی شِو فلسفی عارفہ، کشمیری شاعرہ
کشپ مر: کشمیر کا پُرانا نام، کشیپ رِشی سے منسوب۔

طوفان کا جھکورا قطعۂ خورشید کو لُوٹ گیا

شمع کے گلے میں سیاہ خنجر اُتر گیا

نیلوفری آنکھیں: دھواں دھواں ہوئے دریچے

مظبوط چھاتیاں: تیز ہَوا سے ٹوٹے دَر

شاہنامہ: حرف حرف مرثی

گُلریز: ورق ورق کنکال

وقتِ فجر: بندوقوں کی گھن گرج

وقتِ مغرب: مناظرِ نار

حکایتِ دِل: نفس برہم

اخبار کا بیان: سَر گرفتہ تا جلی

آوارہ پتہ: پھر لوٹنے کی چاہ جاگی

اندیشوں میں لپٹا ہے سوچ دفتر

وہ دیدارِ ماہتابِ شب، وہ ساز کی لے

جزیروں کی بلائیں لیتی ہوئی سمندری لہریں!
نیلی جھیل میں سنہری کشتی کا مستانہ رقص
شاداب نظر کے لئے پُرسکون فلک
یا وقتِ سحر مہکِ زعفرانی زبرون*
یا شام شفق کی لالی میں جھلملاتی جھومتی وُلر*
کیسے کیسے خواب! قافلۂ تازہ ہمدم
کیسے کیسے شوق: یا کہ پھڑپھڑائے شہپر
آفاق سے نازِل ہوا بے ساختہ تخیّل
تصّورِ برق نما: قوسِ قزاح بدن
برجوش چشمۂ لاشعور
باہوش من: پاکیزگی صحیفہ
پُراسرار دم کہ بحرِ سرگم

زبرون: سرینگر میں ڈل کے کنارے کی تاریخی پہاڑی
وُلر: کشمیر کی سب سے بڑی میٹھے پانی کی جھیل

فنکار کا لمس معنی پرور

ہونا کہ ذوق کا چراغ دان روشن

نہ ہونا کہ مشقّت میں پسینہ عطرِ ادفر

دیواروں پر گچ کی لِپائی کی اور گلفروش کو آواز دی

دھواں نوش کیا کہ پریوں کے نغمے بج اٹھے

سرِ کوہ سرگشتہ آزاد ابر پارہ دیکھ

سنگِ کلاں کی حسرتِ پرواز پوری ہوگئی

آنگن میں پھولوں کی جھاڑیوں پہ کلیوں کی چٹک

سڑکوں پہ قدم بلشکرِ حُباب

جانا کہ زُلف ہوئے آویزاں

دیکھا کہ بدست ہوا گوہر

سُنا کہ حسن دلرُبا خوش آمد

دِکھایا کہ عشق بکف مقدر

یہ مقام کہ محوِ حیرت مہر و ماہ و ستارے سارے

اِس کو آستاں کہیے کہ مندر کہیے!

❁

دیوانہ بہار کے خواب دیکھ کر اُتاولا ہو گیا
اور زنجیروں کو مروڑنے لگا
ہرمُکھ* کا برف زار پگھلنے لگا
ہواؤں کے درمیاں بر سرِ جلا چراغ
رقصِ گُل کر کے اُٹھے سوسن
مرغزاروں میں شب بیداری کی
بِنا پوچھے دِل نے کہا کہ عرس ہو گیا
لَو پی کر کیا میں نے رقصِ آذر
مجنوں دیوانوں نے دمالی رقص شروع کیا
زمزمی وظیفے: ناگوں کے منتر*

ہرمُکھ: کشمیر کا مشہور کوہ جو برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ اس کوہ کی قدیم کشمیر میں بڑے تیرتھ کی طرح تعظیم کی جاتی تھی۔
منتر: نیل مت پوران میں کشمیر میں ناگ قوم کے ایک منتھک کا ذکر

سرشار سرفروش میدان

کوچوں اور بازاروں میں دھندھناتا ہوا ہجوم
محسوس ہوا کہ مینا نے چونچ میں بھر لیا سارا کوہ
محسوس ہوا کہ اب ابھرے گی وادیٔ گُل

٭

ناگاہ موسم نظرِ بد کا شکار ہوا
باغِ بادام میں بادِ صرصر
کج بیں نگاہوں میں وہ جشن ماتم
بے سُر سماعتوں کو گالی لگی دعا بھی
ناساز سوچ ایسی، سازش لگی محبت
یہ دِل منحرف کہ ماہی شِکار ٹھہرا
کِرم گُل سے قصورِ گلستاں واضح
اِخراجِ زاغ پر ہیں جنّت کے وہ کبوتر
یاجوج چاہ اور کوہِ ماجوج

ریشیوں کا بن بنا ہے بازار خنجروں کا

دیکھ چوکھٹ چوکھٹ سینہ کوبی
دیکھ پھاٹک پھاٹک بے سِر لاشیں
اِس شجرِ سَرو کی اوٹ میں مہہ جبینوں پر جھپٹ
اِس تپتی دھوپ میں جھلستی گلوں کی پنکھڑیاں
ہائے، گاؤں گاؤں حکمِ نادِر
ہائے، شہر شہر کارِ ہٹلر
بِنا روشن دان نظر اسیرِ گنبد
دم گھٹتے اطراف، داغ در بر
آہ و گریاں ہوا کہ سیاہی گھِر آئی
گر دِآب میں اُلجھا سمندر
چاند کے پچھلے پہر چھا رہی ہے اماوس
کون سا دیوانہ اب قلندر سے بُلوا لے

وہ بولی: تم میں شش کل* کیوں نہیں جنم لیتی

میں نے کہا: صدف شکستہ گوہر

وہ بولی: اندر کی سیاہی کو جلانا ہے

میں نے کہا: باہر کی فضا مکدّر

وہ بولی: میں نے سُنی اَن سُنی پُکار

میں نے کہا: میں نے درِ اتاق کو وہ کھولے

وہ بولی: میں بج اُٹھوں گی خلا میں گھنٹی

میں نے کہا: میں بحرِ ارض کا شناور

وہ بولی: تخّیل تمہارا فریبِ فلک میں ہے

میں نے کہا: میرے قدموں تلے ہے اژدھا

وہ بولی: ہوا کو سونپ دو زباں اپنی

میں نے کہا: میری بانہوں کی ٹیڑھ دور ہوگی نا

شش گل: روحانی سفر کے لئے صوفیوں کے ذریعے وضع کئے ہوئے چھ پڑاوَ۔ طلب، عشق، معرفت، استغنا، توحید اور حیرت۔ اِن چھ پڑاؤں کے حصول کے بعد ہی فقر یا فنا کی منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔

وہ بولی: پینا ہے تو واکھوں* کا امرت پی لے

میں نے کہا: شُرکوں* میں بھی ہے موجِ کوثر

وہ بولی: رے دیوانے، تُم نے تو میری پیاس کو
شِدّت بخشی

میں نے کہا: اری او دیوانی! عریاں رقص کے جلوے بکھیر

❁

برفیلے پہاڑوں کے اوپر گشت کر رہے سفید کبوتر
سبز سایوں میں لال جگنو
وہ گہرے پاتال کی گرفتہ خوشبو
یہ نوکِ صنوبر کے پاس سے گزرتی کھُلی ہوا
جئیں تو سیمابی لہر کی طرح فلک چومیں

واکھ: لل دید یا للیشوری کے کلام کی اسلوبی صورت 'کو واکھ' کہتے ہیں۔ لل دید کشمیری زباں کی پہلی شاعرہ ہے جس نے اپنے کلام کے عرفان سے پیڑھیوں کو سرشار کیا۔
شُرک: نندریشی (نورالدین نورانیؒ) کا شرک (شلوک) صنف میں کہا گیا کلام۔ لل دید کے ہم عصر تھے اور علمدارِ کشمیر کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

اُڑیں تو بے رنگ علم بہر سو

چلے آئے تخریب لے کر سکندر

ہوئے حملہ آور ہلاکو بھی ہم پر

نہ مینا ہی بدظن نہ طوطا ہی وہمی

جہاں اور جنگل

جنم اور گُو گُو

تَتم تَتم تھے

تنن تناہُو

ناچ ری ناچ بے جسم ہوا

گونج ری گونج بے آواز صدا گرج اُٹھی ہے

(ٹھوڑ روس صدا)

تم تم تھے/تنن تناہُو : رقص کے تال

دعا

سُنتے ہی میں نے کہا کہ: شاید
شہد کی مکھی زیرہ گُل جمع کر رہی ہے
بے یقین دِل نے کہا: نہیں یہ دور کوئی
خام طمع بجا رہا ہے بین اپنی

ذرا سا پنجرے کا دریچہ کھُلا ہوا تھا
تنگ آنگن، زمین ٹھٹھری
جہاں کبھی دھوپ ہی نہ اُتری
اُسی آنگن میں، نا امید دیوار کے پاس

دیکھا میں نے اُس روشنی کی معصوم کِرن کو
جِسے 'جگر' کہہ کر بُلانے سے وہ باپ نہیں ہو جاتا
'قلم' لگا رہی تھی زمین میں بے خوف ہو کر
(اوپر سے دیکھا تو سیب کا قلم لگا)
ایسا کرتے ہوئے جیسے سِکھا رہی ہو گھونگوں کو بولنا:
''باغ میں داخل ہوتے ہوئے
میں نے چنبیلی کے پودے کی جڑوں پر
مٹّی ڈال دی''

بے خبری میں، میں نے جیسے دعا مانگ لی ہو:
''خدایا! کبھی میرے ساتھ اُسکی ایسی پہچان نہ ہو
کہ وہ میری ذات کو جان لے؛
یا کہ انجانے میں اُسکا ذہن خود بیدار ہو جائے
اور اُسے نغمہء مستانہ کے ساتھ درد کی چیخ سنا دے؛

خدایا، اُسکے دِل میں کبھی
ایسا ظن نہ بیدار کرنا
کہ وہ میرے لئے ڈال دے
چنبیلی کی بیل کے نیچے سانپ جنت کا"

(دُعا)

بات وحشی

سبز جنگل کی سنہری شیرنی

کوہِ ہر مکھ کی سنجیدگی لئے

شیرِ غزال لیکر آئی ہے دور جنگل سے گجریا

گرجتے نیل کے کنارے بیٹھی

غروبِ آفتاب کی گہرائی ماپتی

قلو پیٹرا

جنگل کی آگ میں چمچماتا گنجِ یخ

شعلہ رُو دیودار کی بلندی پر

پُرشوق عُقاب۔

سنجیدہ نظروں

آس پاس اور سرِ اُفق تک پھیلی اپنی وراثت کا

معائینہ کر رہی

سبز جنگل کی سنہری شیرنی

ازل تا ابد فضا کو، فضا کے مقناطیس کو!

اور یہ بے صبر ہانپتا ہُوا گھوڑا

خوف کے سائے اور چاہت کی چنگاریاں آنکھوں میں سمائے

لہر کنارے کی طرف دوڑتی

دوڑتے ہی پلٹ جاتی ہے

لَو کو چوم لیتا سفید پروانہ

بدوی محافظوں کے چمکتے نیزے دیکھتے ہی مجنوں کا پگلانا

چھوڑ کیسے دیتا!

اور مجھے اپنا لقمہ تو نہیں بنائے گا؟

جہاں بھی بھاگ کے جاؤں

لوٹا دیا جاتا ہوں پھر یہیں

کیسے بھاگوں؟

نظروں کی بانہیں دراز ہوگیں
سرتاپا جسم سہر اُٹھا
دانت: کوکب
سانسیں: سمندر کا مدوجزر
ناخُن: برق خنجر
کیسے جانے دوں
چپک کر رہوں گا
منہہ کے بالوں پر
گرم لہو

(وحشی کتھ)

بارش

گر رہی ہے
جب سے شروع ہوئی ہے تب سے، گر رہی ہے
ایک ہی چال، بِنا رُکے
نہ گرج نہ چمک
فقط بارش

پہاڑی چوٹیاں ڈبکی مار اُتر گئے ہیں پاتال
''ہمارے گھر سبھی موسم مہمان''
(یہی دُخترانِ بحر کی آسمانی اُڑان!
''ہمارے گھر کہیں مرجان مِلے گی''
(بادل نے کہا ہوگا

چلو زمین دیکھ لیتے ہیں)

نہ گرج نہ چمک

بچے، بچوں کی ماں

سبھی ناامید

آنگن کے مرغے مرغی خانہ میں سمٹ گئے

تیز بارش نے کچی دیوار میں بڑی دراڑ پیدا کی

دعوتِ بحر تو ٹھیک تھی لیکن

اُس چھتری کی تیلیاں ہی ٹوٹ گئی ہیں

کمبل کو دیمک لگ گیا ہے

اور اوپر سے

بارش گر رہی ہے

(رؤد)

جُگالی

وہ پیڑں کی چھال کھا کر فارغ ہو چکے تھے
اور میں بھی سرد کول تار والی سڑک پر
ٹیکسی کے پہیوں کے موسمِ مُسلسل کی جُگالی کر رہا تھا

نہ اُنھوں نے ہی پوچھا
اور نہ میں ہی سمجھ پایا

کہ سڑک کے اُس پار جو غبار اُٹھا
کیا کسی نے اپنے کھروں سے کھرچا
کہ پٹڑی ہی دھنس گئی؟

(درژ امُن)

مظلوم مسخرہ

اِس جہاں میں جہاں ہر کوئی
لَلّ ہبہ خاتونؔ
یزید، یہودا
سرکتی ریت پر ہر کوئی رقصاں؛
اور رقص کرتے کرتے
مظلوم ہو کر بھی مسخرہ لگتا
جہاں ہر شے کی ایک آنکھ
ہنستی ہوئی
اور دوسری آنسو بہاتی ہوئی
جہاں افلاطون احمقوں کا درویش لگے
جہاں زرتشت کا آتش کدہ آب اُگلے؛

اِسی جہاں میں

نفرت کا تیزاب چوسنا،

الماس کی قے کرنا،

سمرن کو سمبھالے رکھنا، تسبیح کو جلا دینا،

صحن کے چمنوں کے گرد عرب و عجم کے ٹیلی تار بچھانا،

سیاہ کی کوتاہی اور گورے کی بالا دستی:

شاباش! اپنا ہی خون اُبال اُچھال کر

کتّوں کو بھڑکا دو!

(مظلوم مسحر)

لل: کشمیر کی شو یوگنی سنت شاعرہ

حبہ خاتون: کشمیر کی ملکہ اور رومانی شاعرہ

گُلِ فانوس

مجھے مت مارنا پھونک

بہت نازُک ہوں میں

اتنا نازُک کہ

(رنگ

سفید روئی پر آٹے کی گرد

شکل

دائیرہ نُما آفتاب

درون

ریشمی پھندا، برف کا گالہ

اندرون

ہُنر کا طلسماتی تحیّر

کائینات کا خاموش وارث)

مٹّی سے پھوٹا، بارش سے اُٹھا، دھوپ سے کھِلا
بولیاں سُنیں اور جھرنوں کا سازینہ
دیکھیں پہاڑوں کی چوٹیاں اور فلک
دن میں محسوس ہوا کہ ہر بات کا راز جان جاؤنگا
رات کی سیاہی میں سُدھ بُدھ ہی نہ رہی
کہ آیا کِس دیس سے اور جانا کہاں ہے
ایک نظر بھر دیکھ پایا خود کو
مگر!
مجھے پھونک مت مارنا
بہت نازُک ہوں میں
اتنا نازُک کہ......

(ہندِ فونوس)

میری زباں نہ جلی ہوتی

جب فائیر بریگیڈ والے دم سنبھال کر واپس لوٹے
تو محلّے والوں نے چین کی سانس لی
اور شُکر بجالایا کہ بال بال بچ گئے
میرے گلے میں بھر آئی چیخ پتھّرا گئی؛
نہیں تو میں اُنہیں یاد دِلاتا
اونٹنی والے کا فرمان:
مُہر بند کیا خدا نے اُنکے دِلوں کو اور سماعتوں کو
اور پٹّی باندھ دی اُنکی آنکھوں پر؛
ورنہ آگ تو نمایاں ہو کر بھڑکی
جس نے سب کچھ اپنی لپیٹ میں لیا
اور دیکھتے ہی دیکھتے کھمبے اور کڑیاں ٹکرا گئیں

فائیر بر گیڈ والوں کو خبر ہو بھی جائے تو

اہل سیاست مظبوطی سے منوائیں گے کہ مجاہد

اور محلے والے جو دیکھ بھی لیں گے تو

دلدلوں میں ڈھونڈنے لگیں گے کہ 'جن سنگھی'

میر زباں نہ جلی ہوتی

میں اُن سے کہتا

اور اگر اُنہیں کسی کے بارے میں بھی کوئی یقین ہوتا

قسم کھا کر میں اُنہیں پُکارتا:

ارے آگ لگی ہے آگ

تمہارا سب کچھ خاکستر ہو گیا

میرا سب کچھ جل گیا

کہیں کوئی نہیں ہے کیا!

تبریز کا قلندر غنیمت تھا

میری کتابیں جلا ڈالیں لیکن نَے کی لَے بخشی
گفتگو فراموش کر دی مگر
رقص کرایا
گوایا
آج اِس منھہ بند گلی میں رومی اَٹک گیا ہے
لینکوان* منھہ کھولے ہوئے ہے!

حیراں ہوا میں باوری روح بڑبڑاتی ہے:
''ہم نے گھونٹ گھونٹ پی کر سمندر کو خالی کر دیا

لینکوان: یونان کے شہر ٹراے کے دیوتا اپالو کا ساتھی، جس نے شہر والوں کو بروقت آگاہ کیا تھا کہ یونانی حملہ آوروں کا (دھوکے سے تیار کیا گیا) لکڑی کا گھوڑا شہر میں لانے کی اجازت دینا اُن کے لئے نیک شگون نہیں ہے۔ اُنکی اِس آگاہی سے ناراض ہو کر اپالو نے اُنہیں ہولناک سزا دی۔ ایک دِن جب وہ سمندر کے دیوتا کو نذرانہ پیش کر رہا تھا تو اُسکی نظر سمندر سے نکلنے والے دو سانپوں پر پڑی۔ سانپوں نے اُنکے دو بیٹوں پر حملہ کیا۔ وہ بیٹوں کو بچانے کے لئے آگے آئے اور بچوں سمیت خود بھی سانپوں کے شکار ہو گئے۔ سانپوں کے ذریعے گھیرے جانے پر حالتِ عذاب میں اُسکا جسم ایک قدیم مورتی کے ذریعے دِکھایا گیا ہے اور اُسکی چیخ و پکار مورتی میں اُسکے کھُلے منھہ کے ذریعے ظاہر کی گئی ہے۔

باچھوں پر ابھی لہو کی سیاہ پپڑیاں لگی ہیں''
غور کرتا کہ ہیگل کی جلی کھوپڑی
قدم اٹھاتا کہ مارکس کے پاؤں ٹوٹ گئے
والد کہتا کہ کہا گیا غاصب
ماں کو ڈھونڈتا کہ اُسے بے عزت کیا گیا
اپنی معشوقہ کا خیال رکھتا کہ یہ ناخن اور دانت کہاں رکھ آؤں
درد بیچتا کہ خریداروں کی نظریں آسماں پر ٹکی ہیں؛
نَے اپنی شکایت کس سے کرے
جب نیستاں ہی آر پار جل گیا؟

آگ بجھانے والی گاڑیوں کی گھنٹیاں اب کبھی نہیں بجیں گی
اِس محلے کے لوگ آگ میں سوئے پڑے ہیں
نہ حساب نہ عذابِ الیم
منہہ بند کوچے میں آج تنہا رومیؔ منہہ کھولے

دید کا، سماعت کا ذہر جھیل رہا سینے میں

میری زباں نہ جلی ہوتی
میں کہتا، حرف بدل کر کہتا
اپنے رگ و جاں کی قسم کھا کر کہتا:
اے دمدارو!
دِکن میں تولّد ہوا ہے نیا بن مانُش
اور مشرق کے دانا درویشوں نے نیا سفر پالیا
فائیر برگیڈ کی گھنٹی نہیں، چیخ و پُکار سُنو!

(مےّ نَے زہو آسہِ ہے دِژءمش)

تخلیق

در جو کھولا، آ، اندر آ، میں یہیں ہوں
تو: بادِ بہار کا انجانا جھونکا
میں: گھنے بن کی جوئے آب، تاکتی ڈھونڈتی

تمہارے ہونے کا بھرم سا ہوا ہے مجھ کو
وہی، جیسے خلا میں تمہاری چھنکتی آہٹ قدموں کی
وہی، جیسے نصف شب صدائے پرتوِ طائر
بے قرار سانپ جیسے گھاس کے ڈھیر میں تحلیل ہو گیا
سرابِ دیدیہ کٹھن بہت ہے

جان میری قربان تُم پر
ایک لمحہ قرار کر لے، نظر بھر تجھ کو دیکھ تو لوں

نہیں! یہ دروازہ بند نہ کرنا، کہ سانس بوجھل ہو جاتی ہے
تمہارے ہونٹوں پہ رقصاں ہے کوئی منتر
یہ کیسا دیوانہ پن، میں اکیلی
تمہاری آنکھوں میں بے اعتبار اِک مقناطیس بھرا ہے
میں انگڑائی لیتی کہ کوٹھری یہ بہت تنگ ہے
میں پیاس بجھاتی، اَلاؤ ہے تیری سانس

خدایا، یہ کون سا جادوگر ملا مجھے
اِسکی باہیں ملائیم پنکھڑیاں
قدم اِسکے جیسے تنے ہوئے جال پر مکڑا
ابھی اچھلتا کودتا ہرن، ابھی گرجتا شیر

اتنی بھی کیا دراز دستی

دھو کے باز! میں بازار میں نئی نہیں آئی ہوں

میرا مخول تو نہیں اڑائیں گے یہ بھرم کے سائے

تم اپنی ذات اوقات بتادو...... مانیں!

میرے روم روم میں آگ لگ گئی

لااُبالی دِل پھر سے کہاں اُڑ گیا

میرا کوئی بھی اعضا زمین کو کیوں چھو نہیں پاتا

میری سماعت میں پنکھوں کے پھڑ پھڑانے کی صدا جیسی

یہ کیسی غارِ سیہہ! کہاں میں آئی

مجھے کیا گھونٹ گھونٹ منبعٔ آتش یہ پینا ہے!

دیوانے! تو مجھ میں آچکا ہے

اور میں نے تمہیں بانہوں میں بھر لیا ہے

نہ اب دیوتا تُم ، نہ میں حوّا اب
نظر نظر ہے انگوری ٹپکن
نبض نبض ہانپتے ستارے
نمی زمیں کی تمہارے ابرو کے زیرِ سایۂ پھوٹ کے نِکلی
میری انگلیوں کو بجلیوں میں مِلی ہے ٹھنڈک!

دریچہ بند تھا یہ شام کو کل
نہیں تو میں نے خواب بُنا ہی ہوتا

صبح نے لالی سے چوٹیوں کو رنگ دیا ہے
ہوا کے پاؤں زمیں پر لگ ہی نہیں رہے ہیں
وہ شاخ آنگن کی آج نئی نئی کلیوں سے لد گئی ہے
برگ برگ ہے رنگِ طراوت
اثر خماری ہے خوشبوؤں میں

لہر لہر میں کھلی جوانی

اے دِل! شہد کی مکھیوں کو چھیڑنا مت

بہت تھکاوٹ ہے جسم میں اب

(تخلیق)

کانٹے دار جھاڑی پر برف

پہلو بدلتے ہی تاریکی میں نصف شب اُٹھ بیٹھا میں
جگر میں اینٹھن ، روم روم بوکھلایا ہوا
دریچے سے دنیا کو یکبار دیکھا:
بادلوں کو کھینچا جارہا تھا
اور مینڈکوں کی بولی بند ہوگئی تھی؛
میرے پڑوس کے گھر کے مشرق سے
پرندے کا پھڑ پھڑاتا بے صدا سایہ نکل گیا--
مجھے اپنا بچپن یاد آیا
گوالن کہہ رہی تھی:
شام ڈھلے ہی میں نے دیکھے دو آتشیں کبوتر
یا کہ دو آتشیں موسل
اور پھر ہنگامے کا شور سُنائی دیا

آدم بہ رفتارِ نار دوڑتا ہُوا!

صحن میں غور سے دیکھا

سب شجر ایک دوسرے سے لپٹ گئے تھے

ماسوائے ایک کے جو مسجد کی روشنی کے نیچے

سینکڑوں باہیں آسمان کی جانب اٹھا کر

منہہ کھولے

پتھرا گیا تھا

میں ایک بار پھر چونک گیا

اور میٹرس کے نیچے بچھی گھاس کی چٹائی کی رسیاں چبھ گیں

شریکِ حیات کو دیکھا، وہ سوئی پڑی تھی

کانٹے دار جھاڑی پر برف!

(کریڈس پٹھ شین)

میں حیران

تم اب وہ عالم بھول گئی ہونگی......
کیا پتہ چیت کو وہ دِن کہاں مِلا ہوگا!
صبح ہوتے ہی دھوپ کی تمازت پہ اِترانے لگا
ہوا کے پلّو جیسے کوئی کھینچ رہا تھا
بے قرار دریچے کی وہ دیوانی رنجیرِ قفل اُتاری میں نے
چھتوں پر جاگ گئی تھی بھاپ
بجلی کے کھمبے کے پاس چہچہا رہی تھی ابابیل

تم نے اُسی آمادہ کرنے والے فضا میں آگ لگا دی
دھوئے ہوئے کپڑے لیکر آئی تم چھت پر

تمہارا چھینٹ والا پھیرن * کھلی دھوپ میں

لاج کے مارے لال ہوا

انجانے میں جیسے میں نے گلاس کی نئی فصل کو چکھ لیا

تمہاری آنکھوں میں میری نظروں نے پڑھ لی

ایک غزل، جس کے معنیٰ بتانے کے لئے یہ عمر ناکافی ہے

تمہاری چھاتی پر کنوارے پن کا اُبھار آ گیا ہے

لہریں کاٹتے ہوئے تم جیسے ہنسنی وُلر جھیل کے پار ہوئی

اُنگلیوں کے سرے چوستے چوستے

تُم نے ابرو میں خم پیدا کیا

اِشاروں نے الہام کی حرارت کی ترسیل کی

ہونٹوں پر بہار گھول کر تم جھوم کے پلٹی

میرے ارد گرد تخیّل کے غزال لُکا چھُپی کرنے لگے

تُم اب وہ عالم بھول گئی ہونگی

پھیرن: کشمیری پہناوا

پل بھر میں بدل جاتا ہے دریا کا پانی
تم اب بحرِ بیکراں سی خاتونِ خانہ
لوگ تمہاری سنجیدہ خیالی کی بات کرتے ہیں
تمہارے آنگن میں گُلِ لالہ پر رنگت آئی ہے
زمانہ بیت گیا کہ میں بھی بال بچوں کے ساتھ
زندگی کے ریشمی دھاگوں سے گانٹھیں نکال رہا ہوں
ہاں مگر پھر بھی کبھی جب دِل کے کمرے میں کوئی
چنچل ہوا کی لہر آکر بچپنا کر بیٹھتی ہے
اور کسی کھڑکی کی سرد زنجیرِ قفل گر آتی ہے
میں گُم سُم سوچنے لگتا ہوں
کہ تمہیں کہیں یاد تو نہیں آتا ہوگا
وہ چیت کا دھوپ بھرا دِن اور وہ چھینٹ والا پھیرن!

(بہ چھس راوان)

میں پکار اُٹھوں

اگر کوئی احساسِ تازہ جنمے میرے دِل میں
میرے دماغ میں کوئی ذغال خورد سوچ جشن کرے
بے اعتبار وقت کو اگر ارادے کا ابال آئے
میں پکار اٹھوں گا: ''ذوالجناح ہمارے یہاں سے گذرا!''

(بہ دِمہِ کربکھ)

آدھی بات

جانے کب اُتری تھی وہ وہاں
میں نے جب دیکھا اُسے
وہ چونچ سے کھر رہی تھی
بس اَڈے کے اُس بے حس بام کا سمینٹ

یہ مشتعل دیوانے راستے
ہر بات کو بات ہی کاٹ دیتی
دُھواں اُلجھ رہا
اگر میرے بدلے وہ سورج سے پوچھ لیتی

سچ سچ کہہ دیتا:

سمبھال اپنی زبان

یہ طائر نہیں، یہ انسان نہیں

یہ دیوتا ہیں

بھنور میں رقصاں، لہروں کے ساتھ بہتے

سطح پر تیرتا تیل

پتھر ڈوب جاتے

دامن بھی تر نہ ہو، دُکھ کا احساس بھی نہ ہو

نہ کسی کو پکارنے کا من کرتا

نہ کسی کی بولی سمجھ آتی، نہ پہچانی جاتی

لیکن نہ جانے اُسے کیسا فریب ہوا

میری اور دیکھنے لگی اور مجھے بددعا دی

میں نے کانوں سُنا ٹُروٹی،،

یعنی

لوگو! طوطا مجھ سے روٹھ کر گیا

آپ نے تو، نہیں دیکھا؟

سوچا، کہوں اُس سے کہ چل میرے یہاں ٹھہر

ہمیں یاد نہیں کہ طوطے کے ساتھ آپکا پیار کیسا تھا

سوچا، کہوں اُس سے کہ اگر نہیں ہے تجھے اعتبار

تو ہم بھی دِکھلا دیں تجھے اپنے دِل کی خاموش ویرانیاں

نہ چہکار ہی، نہ اُڑان ہی، نہ درد ہی

بس کوٹھری کوٹھری فرمائشی لے سے ہونٹوں میں حرارت لاتے

انگلیوں کے نوک اِسی حرارت سے گرماتے

کہا--

مگر وہ ہنہنا کر جیسے گھوڑا بھاگے تیز

اور لہرِ آب میں وہ کناروں کی تاجلی

میری بدعا ٹل گئی

غار میں داخل ہوا میں دیوتاؤں کے بیچ

اور خیر و خیریت کے ترانوں میں مشغول مجھ سے
کسی نے کچھ نہ پوچھا
کہ بس اڈے کے بام پر بول رہا تھا کوئی
کہ ریت چبا رہا تھا؟

(اڈے کتھ)

بد بین

یقین کیسا کہ وہ سرچشمہ کل منجمد نہیں ہوگا؟
بجلی گئے ہوئے آج دو دِن ہو گئے،
آسمان کے رُخ پر اندرون کی سیاہی پُتی ہوئی،
وہ بڑ کیلے تارے دفن ہوئے،
بادم سرگوشی منتر پڑھ رہی
بہانے باز موکل اور ناہموار پالا؛
برآمدے کے پاس کسی نے یونہی چیخا:
''اُس پہ رحمت ہو جس نے میری امداد کی''
مہمان کی تواضع کے لئے نکلی ہوگی ہیلن

ہرقیل کے خونی پیراہن میں آگ لگی

دیکھ کیسے خطۂ ارض پر جنمے تھے
اخبار ہی آتا، وقت کٹ جاتا:
کس معرکے میں کس کو مار ڈالا گیا
چہرے کی لالی دیکھ کر کِس کا دِل آ گیا،
کِس سُخن ور کو بھرم نے گھیرا،
کون چاہت گزیدہ بُت تراش رہا،
کِس ہوٹل میں جا کر یاروں نے
عیسیٰؑ کے ساتھ آخری کھانا نوش کیا؛
یہ میرے ہمسائے طمعِ خام کے شِکار ہیں

ہرقیل: قدیم یونانی اسطور کے مطابق ایک دیوتا زاد بہادر اور ایک نہایت شکیل شہزادی دینیرا کا خاوند۔ ہرقیل اپنی بیوی کا وفادار نہ تھا۔ اپنی سوتنوں سے نجات پانے کے لئے اُسکی بیوی نے اُسے ایک پوشاک تحفے میں بھیجا۔ یہ پوشاک بدتاثیر تھی۔ کہا گیا تھا کہ جو بے وفا مرد یہ پوشاک پہنے گا اُسکے من میں دوبارہ اپنی بھولی ہوئی بیوی کی محبت جاگ اُٹھے گی۔ ہرقیل نے جب دینیرا کی بھیجی ہوئی پوشاک پہنی تو وہ بھیتر باہر آگ سے جل اُٹھا اور اُسی کے نتیجے میں مر گیا۔

بر فیلی قبروں میں بہار کے منتظر ہیں
کوئی شیطانی ذات ہی اُنہیں سچ بتا دیتی
اِس جہاں میں کونسی ساخت راشد ؛

لیجئے ، یہ ہے اعلیٰ ندرتِ آدم :
صدیاں گذر گئیں اِسکے رقصِ دید میں
آنکھیں کھُلی ہوئیں لیکن بے نوُر ،
پھر بھی ہر دِن شام ڈھلے
جیسے نجد کا کوئی موکل بھونکے :
''مجھ مینا کا دِل وہ طوطا لیکر نکلا
اُسکی صورت اور قُرب سے دیکھن کی چاہ''

(بدبین)

ملاقات

سرِ راہ ملی ندی اُبال پر
حواس باختہ، ہاتھ پاؤں پھولے
شوق کی روانی میں زبان لڑکھڑا گئی
دِل بر جوش بھنور میں پھنسا
کھُلی نگاہیں بھی دیدار کو ترسیں!

خاموشی کے زیرِ قدم ہے یہ صحرا
جھرجھری ہوا بجاتی ہوئی کوئی سیٹی
کہیں کوئی ہے جو نجد بن کے باولے کو
سمجھ بوجھ کے ساتھ سنگسار کرے
اور مجھ سے پوچھے
تُم کہاں رہ گئے؟ تیرا قافلہ گذر گیا ہے!

(ملا قاتھ)

لیلا

سندھیا کے سائے
آبِ زُلال کے خموش پوکھر کو دیکھا، تُم کو دیکھا
سامنے والے برآمدے سے بے قرار حُسن استقبال کو نکلا تھا

شبِ جنگل اور گھنے جہات
شبنمی چونچوں کی سُلگتی بولی
میں بولا: پری محل* کا سرگم غمزۂ ابرو میں نمایاں
تو بولی: تمہارے سینے میں ہر جھیل کا عروج

---

* پری محل: سری نگر کی شنکر آچاریہ پہاڑی پر موجود پری محل شہزادہ داراشکوہ سے منسوب ہے۔ وہ وہاں محافل ساز وسنطور آراستہ کیا کرتے تھے۔ اس محل کا پُرانا نام 'کُونتی لُبن' ہے جو راہیؔ کی نظم میں پری محل کے لئے استعمال ہوا ہے۔

چودہ سال تک جیسے کچھ یاد نہ رہا:

''کیا بیٹھک میں ہی کرتی ہے یہ ہَوا ہمیشہ بن کی لیلا؟

پچھلے برآمدے میں آج صبح ہی جب شجر مِلے

زنّار میں آگ لگی

تسبیح کے دانے بکھر گئے

اور ہم نے دیوار پہ رقم تحریر کو درونِ ذات میں جِیا:

''وقت تمھارے ابرو پر میری وحشت کو برف کرے گا''

''تقدیر میرے سینے میں تیرے ذہر کی سب تاثیر بھرے گی''

(لیلا)

احساس

اور باہر کُہرا تھا

اور خموشی

اور ٹھنڈ

اشجار کے تن پر چیتھڑے تک نہیں

مٹی کی دیواریں تا حدِ نظر بکھاریوں سی

مجھے چولہے کی بھٹی پر سپید راکھ دِکھی تھی

اور بن کانگڑی کے

کھڑا تھا کھڑکی کے نیچے

نیچے سڑک پر جب بھی کوئی سایہ ڈھلا

بات ہونٹوں تک آ گئی، سوچا کہوں

کہاں چلی ہو، مجھے بھی ساتھ لے چلو نا

لیکن وہاں گُہرا تھا

اور خموشی

اور ٹھنڈ

پھر رسوئی گھر کے کونے میں دُبک گیا

بُڑک۔ بُڑک۔

پائپ پھٹنے ہی والی تھی

مٹی کے چولہے میں آگ ڈالی گئی

دھویں نے چولہے کی راکھ اپنے ساتھ اُٹھالی

لہراتے ہوئے

لہراتے ہوئے

چولہے میں سے ایک نیلی سرخ لپٹ اُٹھی

مجھے جیسے سو لوگوں نے پکارا
'ہواتمہارے دروازے کو ہلا رہی ہے!'
......اور چھت پر بارش کے قطروں کا ساز!

اور آنگن میں سے پھوٹیں گے کئی جوئے آب
اور پورے محلے کے سفر پر نکلیں گے
اور زمین اپنے بے شمار سوراخوں سے نگل لے گی
سارے آنسوؤں کو

(باس)

شاید کوؤں کا شور

بس ہے فقط کوؤں کا شور

بالکل اُسی سمت جس سمت وہ معصوم لڑکپن، وہ پھڑکتی جوانی

اُف!

ابھی ہوں شاید میں اُسی پُل پر

جسکے لوہے کے جنگلے کے ساتھ پیٹھ ٹکائے بارہا

موسمِ گرما کو ٹھنڈک بخشی ہے

کیا وہ وتستا اب بھی بہتی ہے؟

اندھیرا ایسا ہے کہ صرف سیاہی دِکھتی ہے

اور ہے کوؤں کا شور

بڑھتا ہوا، پھیلتا ہوا

نہ کوی کی چونچ

نہ چڑیا کی ہانپ

بس ہے فقط شور

شاید کوؤں کا

شاید اُسی سمت جس سمت گھوڑے دوڑتے ہوئے گذرے

سفید لمبے بال، بھورے ہونٹ

یہاں اُس گھر میں جنما تھا

جِسکی برج کی چھت بوسیدہ ہوگئی اور گرائی گئی

ہمسفر جو تھی

اُسے اُدھر لال کمبل کے نیچے

بیا پسی کا نتیجہ سُننے کے لئے چھوڑا ہے

اور خود اس تاریک شہر کے خموش پُل پر

قدم قدم چلتا

دائیں سے بائیں، کہ مشرق سے مغرب؟

اور وتستا کے بھنوروں کے بجائے کوؤں کا شور

دائیرے تنگ کرتا ہوا میرے

(شاید کاون ہُند شور)

تکمیل

دوردرشن کا ڈرامہ تھا

دونوں: سازِ سرمستیٔ عِشق

دونوں: حُسن طلاطم درشن

بات بات پر ہنسنا

اُڑ چلے یاہُو

ہاتھ پر ہاتھ آیا تو

ٹہنی پر کِھل آئے تارے

پاس سے جو گذری سرگوشی

ساگر اُبلا

ہونٹ ہونٹ سے برقی مُدرا

ناگاہ ایسے میں کچھ بدلا

پروگرام کا سگنل ٹوٹا۔۔

بعد میں دیر تلک دِکھلائے
کھنڈروں کے بس چھاپی فوٹو
ظروفِ شِکستہ کی کندہ کاری
بدونِ دست وپا کے بالا قد پانڈو
پھر خبروں کا بلیٹن آیا
ایرانی جنگ
دم پولینڈ کا
گولاں کے پربت کا گھیرہ
یو این او کا اعلان نامہ
معصوم بچے کا
ماں کے دامن تلے ہی چھُپ جانا

(اندبوّر)

الہام

موجِ درِ دنداں اٹھی

کہاں بھاگو گے؟

ہانپتا ہوا باز

کہرے سے ڈھکے شیر چشم کو ہسار

حلقۂ دید کے ہر گوشے میں داخل ہوتا قلم

پھڑ پھڑاتا ہوا سینۂ عریاں کاغذ

بڑے پتھر اُکھاڑ کر کھلی شمشیر

کِرمِ ریشم نے برگِ شہتوت کو کھالیا

چٹ چٹ چٹ--

یوں بہار نے اپنے پہلو گرما لئے
پچھلے برس کی ابابیلیں بن پوچھے چلی آئیں

اندر

خانۂ خلوت میں

ٹڑ ٹڑ، ٹٹ، ٹڑ ٹڑ، ٹٹ--

سُن

کیا کر سکے گا؟

(اِلہام)

آئینہ دیکھ کر

آج پہلی بار آئینہ دیکھا
ایسا کہ دونوں جھروکوں سے بھر آیا
پنجوں پر ایستادہ ہو کر
نتھنے پھیلا پھیلا کر

پوچھ رہا ہے:
کیا پہچان نہیں رہے ہو مجھے؟
ارے یہ ٹھنڈا پنجرہ چھوڑ دو نا--
پیڑوں کا سایہ اُتنا ہی گھنا ہے،

بڑا بھیڑ ابھی بھی ممیار ہا ہے!

آہن گر کے یہاں آگ پیٹ رہے تھے
اور گھنے جنگل میں دونوں جھروکوں سے
آگ کی لپٹیں نِکل رہی تھیں

آئینہ ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا
اور مغالطے میں لگا کہ
بھیڑ ہانکتے ہانکتے چرواہوں کی سانس پھول گئی ہے

(اُنہ وُ پچھِتھ)

سُنہری جزیرہ

آج ذرا پہلے ہی غروبِ آفتاب ہوا
وہ شفق کا شوخ رنگ چیڑ کے جنگل کی بجھتی آگ سا
شام کی پرچھائیوں نے زُلفِ نازاں چھیڑ دی
وہ سرِ کوہ چاند اِتراتا ہوا
ہے خماری اِن ستاروں کی اِن آنکھوں میں بھری
اِس ہوائے شاد نے موقع غنیمت جان کر
سرگوشیوں میں جھیلِ ڈل سے راز کی باتیں کہیں
ہے اُدھر سے اِک لہر اُٹھی، اِدھر بیدار نیلوفر ہُوا
کوہِ شالیمار جیسے خواب میں کھو سا گیا
آ ذرا پل بھر یہاں اِس جزیرے پر ٹھہر
اور بہ مثل من تماشا دیکھ
شہر کا سب شور آ کر بے زباں ہوتا یہاں!

دیکھ کیسے مینڈکوں نے شوق سے

چھیڑا ہے ہر سُو جلترنگ

کتنا شیریں سوز پھیلا، کتنا دِلکش یہ سُرود

یہ سحر زیرِ زمیں سے آسماں تک

تیل بل* سے آ رہی ہے ظاہراً کشتی کوئی سیاح لئے

اونٹہ کدل* کے پاس اب تک ڈونگی سے آ رہی ہے روشنی

باغِ نسیم کے کتنے ہی شوقیں خیال

چنار کی ٹھنڈی ہوا کی گود میں خفتہ پڑے ہوں گے

سوچو ذرا! یہ سوچ مجھے دیوانہ کر دیتی ہے!

سوچو ذرا: سوچ کی لکیریں میرے ماتھے پر جیسے جلتے انگارے!

سوچو ذرا: کتنے ہی شوقیں خیال ڈل کی فضا کے انہار سے

مارے گئے ہونگے

---

* تیل بل: ڈل جھیل کے کنارے کی ایک بستی۔

اونٹ کدل: ڈل کے بیچوں بیچ اونٹ کی پیٹھ کی شکل کا پُل۔

مارے گئے ہونگے، للچائے گئے ہونگے،

بھلائے گئے ہونگے،

سوچو! کتنی ہی مہہ جبینوں نے اِس پانی میں

چھُپے چھُپائے سیماب تن نہلائے ہونگے

سوچو! آج سے پہلے کتنے چاہت بھرے دِل

اِس چاندنی میں چاہتِ مے نوشی کر چُکے ہونگے

کتنے ہی عاشق دِلوں نے دور اُس کنارے پر

کیا ہوگا مہہ جبینوں کا انتظار

کتنی ہی ماؤں بہنوں کا یہ بادلوں کا رنگ دیکھ

اُجلی اوڑھنیوں کا من کیا ہوگا

کر کے یہ نظارہ حسن

کتنے ہی بادشاہوں کو

اپنے بھرے دامن خالی لگے ہونگے

کتنی ہی دلدار نظروں نے اِن نیل کمل پتّوں پر

دِل سے آ نکلے ہونگے اپنے مٹیا لے موتی کے ہار
کتنے ہی بے باک یاروں کو یہ اونچے کوہسار
نظرِ شفقت سے بخشتے ہونگے ارادوں کو جلال
کتنی ہی بے تاب روحوں نے ابھی تک
ستاروں بھرے فلک سے دوستی کر کے
بے قراری بانٹی ہوگی
ہائے! اِس سنہری جزیرے نے بارہا پہلے بھی
مجھ جیسے کتنے ہی شاعر دیوانہ بنائے ہونگے
ہائے! وہ نازُک نوا بُلبلیں بھی اُڑ کر جا چکیں
برف پوش کوہسار بھی گرمی سے پگھل گئے
بہار کے رنگین ملبوسات پر برگ ریزی کی راکھ پڑ گئی
ہائے جو گیا، وہ چلا گیا ہمیشہ کے لئے
کوئی طائیر آب وہاں سے لوٹ کر نہیں آتا!

یہ مرگ کا سیلاب میری بھی جڑیں اکھاڑ لے جائے گا کیا؟
کیا میں پھر یہاں لوٹ کے کبھی آؤں گا ہی نہیں؟
کیا میں دنیا کی روشنی پھر کبھی دیکھ ہی نہیں پاؤں گا؟
کیا میں اس سنہری جزیرے پر کبھی آ نہیں پاؤں گا؟
موت کے پنجرے کی کبھی کوئی کھڑکی کھلی نہیں رہتی کیا؟
ہائے اس سنگین قلائے میں جلد از جلد شگاف ہو جاتا!
اوہ! کب ہوگا اِس ظلمات کا پردہ چاک!
کِرم پیلے کی طرح کب موت
اپنی ہی کارسازی میں ہوگی اسیر!
زندگانی کو ملے گا کب کمال!
اور کب آدم بنے گا لازوال!

(سوِنہِ لانکہِ مئز)

بیساکھ اور رفو گر

بہار آئی، کوہ عروج پا گئے، پھول کھِلے
فلک آئینہ ہوا
پر جوش ہوا نے نافہ بانٹا پورے عالم میں
بیدوں کے جھُرمٹ میں کوکتی ہیں کوئیلیں، یاہُو کا دم کرتیں
طلوعِ آفتاب ہُوا، پھُلوائی نے مَے کے جام بھرے
فضا کو جگانے ابابیلوں کا ایک جھنڈ آیا
آیا پھر بیساکھ پچھلے برس سا: پرانی چاہتوں کی دھڑکن سا
درِ نشاط پھر وا ہو گا
مچلنے لگیں گے آبشار شالیمار کے

کاریگر نے نئی لباس پہن لی

کوچوان نے تانگہ نکال لیا

ہائے! کاش کل کا جمعہ آج ہی ہوتا!

ہائے! اِن خرقوں پہ کتنے لمبے اور بھاری

نقش چھاپتے ہیں یہ نقش گر

ہائے! اُلجھ گیا ہے دھاگا ہر سُو

سوئی کی سمت بھی جیسے کھو گئی ہے

انگلیوں کے سروں کو گھائیل کرتی چلی گئی

دور کسی بچّے نے مچادیا ہے ہُلّڑ سا

میرے قادِر کو کسی نے بھرمایا تو نہیں

اُس کے بھولے من میں چاہت کو جگایا تو نہیں

کہیں کوئی رئیس زادہ نکلا تو نہیں ادھر سے نئے جوتے پہن کر

کسی یار باش نے کہیں مزدور کو بوجھ اٹھانے میں
مدد کا ہاتھ بڑھا کر چھُوا تو نہیں
کہیں کوئی ملاح کسی کا بچھاون ڈھونے تو نہیں آیا
کہیں کوئی باورچی گیا تو نہیں گھاٹ پر برتن اُتار

اے بُلبُل! دور سے ہی کیا تماشہ دیکھ رہی ہو
آ ذرا سی دیر اِس کھڑکی پہ میری بیٹھ کر
گیت اپنے تو سنا جا
ٹھیک سے مجھ کو بتا
کہ رنگ کیسا آ گیا ہے اب کے تمہارے ان گلوں پر
کہیں شبنم نے کوئی گل بیل پیاسی تو نہیں رکھی ابھی؟
ہڑبڑائے! تا جلی ہے؟
رُک ذرا، کتنے بجے ہیں؟
پنکھ پھیلا کر ابھی تُم آسماں کی سیر کر کے آؤ گی

کاش بُلبُل میں بھی ہوتی اور میرے بھی پنکھ ہوتے

کاش میرے پاس بھی فرصت ذرا ہوتی کہ میں

اِس طرح ہوتا نہیں قرضوں کے بندھن میں بندھا

اس قیامِ طلب گاہ میں شوق کو زنجیرِ غم سے کون جکڑے؟

(بیسا کھ تہ رفگر)

اقرار

مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا
کہ آدم مر کر بھی زندہ ہی رہتا ہے
پر آج سارے شکوک دور ہو گئے
اور میں ایمان لے آیا

کیا آپ کو یاد ہے
اُس تپتی دھوپ میں
سیہ سڑک کے بیچوں بیچ
جب لکھی گئی آپکی آتشی آیت
سرخ گرم دھڑکتے کبوتر کے لہو سے!

میں نے بندوق کی آواز کے تاثر میں
آپکی یہ آتشی آیت پڑھی
جسکی بے عقیدہ منافق
شعر گردانی میں بے حرمتی کرتے ہیں
پر آپ کہیں نظر نہیں آئے
اور بلآخر وہ جبشی ہجوم بھی ؛

ہاں کوچہ بہ کوچہ لوگ گروہوں میں
آپ کے چندن سے بنے قلم کی یاقوتی زبان کے
قصیدے پڑھ رہے تھے
بازوؤں کے جواں پٹھے مچل رہے تھے
اور لمبی پلکیں خوابوں کا عرس منارہی تھیں
مگر آپ کہیں نظر نہیں آئے

جب اُس لمبی رات نے سڑک پہ اُف تک نہ کی
میں نے سوچا (معاف کرنا) آپ نے اپنا اُفق پالیا
اور اَن دیکھی دُنیا کا در وا کیا ہے
جہاں دودھ کی ندیاں بہتی ہیں
اور رنگ رنگ کے طائر ٹہنیوں پر اُڑان بھرتے ہیں
دانا چُگتے ہیں، چہکتے ہیں
بنا کسی بہکاوے کے۔

مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا
اور آج اپنی آنکھوں سے دیکھا
آپکے ہاتھوں میں وہی قلم
ہونٹوں پر وہی گرم گونج
نگاہوں میں وہی رنگیں اُفق
میرے سارے شکوک مٹ گئے

اور دِل میں نور جلوہ افروز ہُوا؛

نہیں،

وہ آپ نہیں تھے،

آیت آ چکی ہی تھی

مگر کاتب کوئی حبشی تھا

جسکا کبوتر

زیتون رنگ جیپوں اور گاڑیوں نے کُچل ڈالا

اور پھر کُتّے تک کو بو نہ آئی

چلو، اندیشوں کے بغیر چلو

یہ وہی سڑک ہے

وہی سیہ سڑک

لیکن کہیں حبشی بدل تو نہیں گئے ہونگے،

تو پڑھو اپنے اُفق کا نام لے کر

جو محافظ ہے بازوٗں کے جواں پٹھوں کے

اور ریشمی خوابوں کے،

پڑھو؛

آپ پیغمبر ہیں

اور پیغمبر مرتے نہیں

(ایقرار)

ظلمات سے ملتا ھے پتہ

نیم شب بیدار ہوا کل رات میں
ٹوٹ گئی جیسے میرے خیالات کی ڈور
ایک باز کو ذہن کی گھنی چھاؤں میں پہچانا میں نے
چونچ پر اُسکی دہک رہا تھا اُسی طرح کبوتر کا لہو
اوجِ کوہ سے وہ خالی پنکھ جھاڑ رہا تھا فضا میں

تکیے پر میں نے سر کا پہلو بدلا
گہرا سیہ چاہ دیکھا
دیوار سے ٹیک لگائی
ماگھ کا جاڑا میرے سینے میں اُترا

میرے ہونٹ سوکھ گئے

کھڑکی کے باہر سرگوشیاں ہو رہی تھیں
برف کے گالے بھی قرار گاہ ڈھونڈ رہے تھے شگافوں میں
چوہیا بھی صندوق کے پیچھے سے گنیجنے تک نہ گئی
الگنی پر پیرہن کے بدلے تھی آویزاں بلّی
آنکھیں میچتے ہوئے میں نے کھینچی تھی لحاف سرد شانوں پر
اُلٹ گئی کانگڑی اور بے وقت سرد راکھ پڑی پاؤں پر
اور اُسی وقت ہوئی گوش گذار الّو کی چیخ ''مودوہو''
دِل اگر ساتھ میرا دیتا تو میں رو لیتا
ناگہاں یاد مجھے آیا میر الختِ جگر
کل وہ شام بڑے شوق سے بیٹھا تھا مجھے سننے کو
درد میں سیپی نے جو کچھ بھی سہا تھا، کہہ دیا تھا
اُس نے لیکن آدھی کہانی ہی سُنی اور سو گیا
حواس باختہ سا میں اُٹھا اور بجلی کا سوئچ آن کیا
ایک بن کھمبی سا پڑا تھا وہ بنا بستر کے

نیند میں مست تھا، ہونٹوں پہ عطر بار کلیاں
بیچ ماتھے اِک بوند پسینے کی اُبھر آئی تھی
تھی وہ شاید خواب میں آدھی کہانی چل رہی
مرتے مرتے سیپی نے موتی کو جنم دیا تھا شاید

(پے چھ ظلماتۂ وزاں)

برائے یادداشت

برائے یادداشت

برائے یادداشت

برائے یادداشت

اس کتاب کے بارے میں:

پروفیسر رحمٰن راہیؔ جدید کشمیری ادب کے درخشندہ ستارے ہیں۔ وہ ایک عہد ساز شاعر ہونے کے علاوہ ایک نقّاد، ادبی مُبصر اور معلم کے طور پر بھی اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اُنہیں کشمیری زبان کے اولین گیان پیٹھ انعام یافتہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ راہیؔ عوامی حلقوں میں بھی خاصے مقبول ہیں اور صاحبانِ سُخن کی مجلِس میں مسندِ اعلیٰ پر براجمان ہیں۔ پدم شری رحمٰن راہیؔ کی منتخب نظموں کا یہ گُلدستہ اِس عہد ساز شاعر کے لئے ہمارا نذرانہ عقیدت ہے۔

کتاب محل (رجسٹرڈ)

نزدیک جے اینڈ کے بینک، بڈشاہ محلہ
لال بازار سرینگر کشمیر-190023
Phone: 2503395 Cell: 7298807671

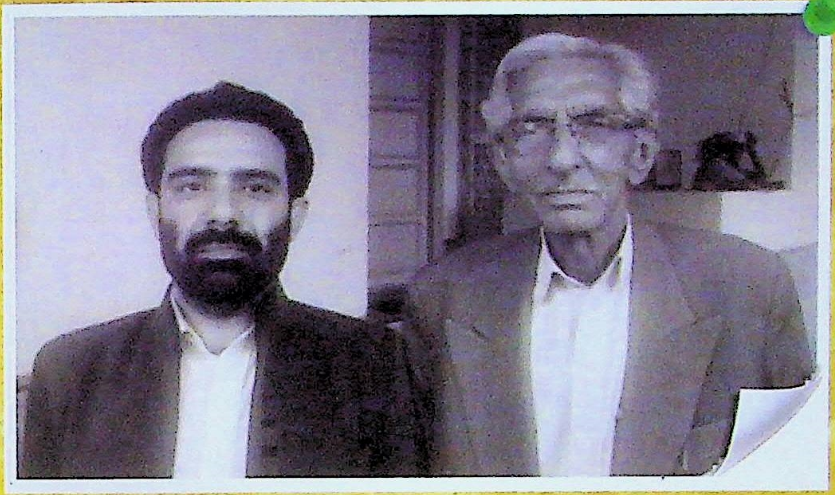

پروفیسر رحمٰن راہیؔ جدید کشمیری ادب کے درخشندہ ستارے ہیں۔ وہ ایک عہد ساز شاعر ہونے کے علاوہ ایک نقّاد، ادبی مُبصر اور معلم کے طور پر بھی اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اُنہیں کشمیری زبان کے اولین گیان پیٹھ انعام یافتہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ راہیؔ عوامی حلقوں میں بھی خاصے مقبول ہیں اور صاحبانِ سُخن کی مجلس میں مسندِ اعلیٰ پر براجمان ہیں۔ پدم شری رحمٰن راہیؔ کی منتخب نظموں کا یہ گُلدستہ اِس عہد ساز شاعر کے لئے ہمارا نذرانۂ عقیدت ہے۔

Intikhab-e-Kalam-e-Rahi

Urdu Translation of Selected Poems of
Jnanpith Awardee
Padmashri Professor Rehman Rahi

Translation from Kashmiri by
Satish Vimal

کتاب محل پبلیشرز
Email:infokitabmahal@gmail.com

Biography / Literature
ISBN 978-81-969955-0-8
INR. 499
9 788196 995508
US$. 8.99

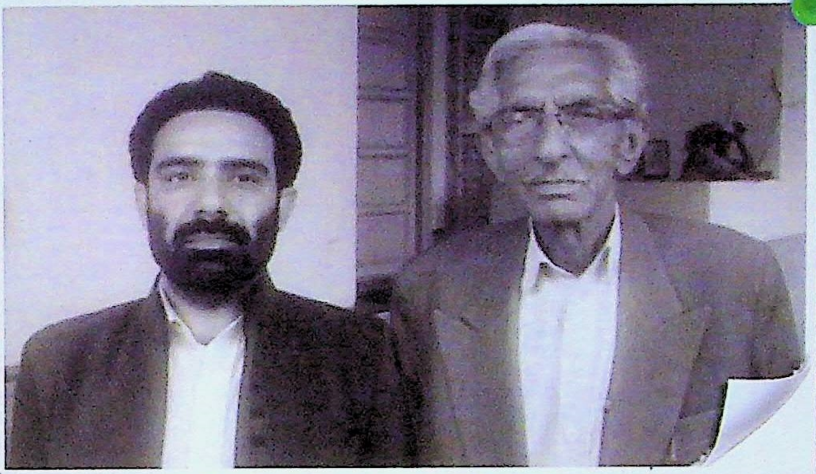

پروفیسر رحمٰن راہیؔ جدید کشمیری ادب کے درخشندہ ستارے ہیں۔ وہ ایک عہد ساز شاعر ہونے کے علاوہ ایک نقّاد، ادبی مُبصر اور معلم کے طور پر بھی اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اُنہیں کشمیری زبان کے اولین گیان پیٹھ انعام یافتہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ راہیؔ عوامی حلقوں میں بھی خاصے مقبول ہیں اور صاحبانِ سُخن کی مجلس میں مسندِ اعلیٰ پر براجمان ہیں۔ پدم شری رحمٰن راہیؔ کی منتخب نظموں کا یہ گُلدستہ اِس عہد ساز شاعر کے لئے ہمارا نذرانہ عقیدت ہے۔

Intikhab-e-Kalam-e-Rahi

Urdu Translation of Selected Poems of
Jnanpith Awardee
Padmashri Professor Rehman Rahi

Translation from Kashmiri by
Satish Vimal

کتاب محل پبلیشرز
Email:infokitabmahal@gmail.com

ISBN 978-81-969955-0-8
Biography / Literature
INR. 499
US$. 8.99